عِندَ ذِکرِ الصّالحین تنزل الرحمۃ

تذکرۃ المتقی

مشتمل بر حالات حضرات

ساداتِ بیہقی

مصنفہ

مولوی محمد شاہ سعادت مفتی

مؤرخ کشمیر

الراقم محمد حسن عرفانی کشمیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تمہید

حضرات سادات علما بزرگان دین کے حالات سوانحات ایک قسم کے تذکرے ہیں۔ دوسری حیثیت سے تبصرہ بھی ہیں۔ تذکرہ اسلئے تصور کئے جاتے ہیں۔ کہ گذرے ہوئے اصحاب کے پسندیدہ کمالات برگزیدہ سوانحات قلمبند ہوکر اشاعت میں آئے ہیں۔ مزید براں غور سے پڑھنے والوں کو دینی و دنیاوی ترقیات روحانیات اور ظاہری مشاغل کے صحیح راستے دکھلاتے ہیں علاوہ اسکے آنے والے خاندانی افراد کو یہ نقشے پیش کرتے ہیں۔ کہ ہم پہلے کیا تھے۔ اور ہمارے محترم بزرگ کس حیثیت کے افراد تھے۔ اب ہم کیا ہیں اور جس قسم کے لوگ ہیں۔ وہ کونسے اوصاف تھے۔ جن کی بدولت ہمارے اسلاف کو عوام الناس کی کیا بات۔ خاص خاص حکام سلاطین امرا وزرا اہل دنیا بھی انکو عزت حرمت اور عقیدتمندی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اب وہ کونسے عیوب و نقائص ہیں۔ جو کہ اخلاف کو انقلابی صورت میں روز بد دیکھنے کے ذرائع ہوئے ہیں۔ بہر حال محترم مکرم اسلاف کے کارنامہ کا مطالعہ کرنا خود بخود انسان مگر سنجیدہ فہمیدہ انسان کو قدم اٹھانے کی تحریک پیدا کرتا ہے۔ اسلئے مرے ہوئے جذبات کو زندہ بنانے میں قرآن کریم نے اس اصول کے ماتحت سابقہ اقوام انبیاء اولیاء کے حالات بیان کئے ہیں۔ یہاں تک کہ ارشاد فرمایا ہے کہ وَکُلًّا نَّقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَکَ۔ مختصر یہ کہ وہ لوگ حقیقتاً دینی دنیاوی ترقیات کے اعلےٰ درجے پر پہونچ گئے۔ جنہوں نے اپنے مقدس مشائخ بزرگان دین کے علمی عملی تذکرے کو نصب العین رکھکر اپنا دستور العمل بنایا۔ یہ فوائد مد نظر رکھتے ہوئے رسالہ ہذا تحریر میں آگیا امید ہے۔ کہ حضرات ناظرین عموماً بیہقی سادات خصوصاً اس سے متمتع ہونگے۔

سال رواں ۱۳۵۶ھ کے آغاز میں رسالہ ہذا کی تکمیل ترتیب کی شروع ہوئی
کام بظاہر بہت مشکل نظر آتا تھا۔ خدائے بزرگ و برتر کا ہزار ہزار احسان
اور شکر ہے۔ کہ یہ مشکل مگر پُر لطف یہ کام نہایت ہی سہولیت سے طے ہوا
اس عاجز نے ہر ممکن سعی سے تحقیقات دریافت حالات کے فرائض کو سرانجام
دینے کی کوشش کی۔ بیہقی سادات کے ضیافت طبع کے لئے ضروری لوازمات
مہیا کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ چنانچہ حضرات ناظرین کسی
مضمون پر نگاہ ڈالیں۔ ہر ایک بات کو متعدد کتابوں سے منقول و
ماخوذ پائینگے۔ میری ان باتوں کو خود شناسی پر محمول نہ کیجئے۔ کیونکہ
درحقیقت یہ جناب رب العزت کے مخصوص امداد کا ایک خاص کرشمہ ہے
کہ آج کل تاریخی مواد بخوبی میسر ہو سکتے ہیں۔

بیہقی سادات

کیسا مبارک بابرکت خوش نصیب وہ باپ ہے۔ جس کے قابل جانشین
بیٹے نے نہ صرف اپنے نام کو بلکہ اپنے والدین اور اپنے خاندانی افراد کے نام کو
حیات تازہ دے کر مشہور کر کے رکھا۔ جناب میر عبدالرشید بیہقی کے
خلف الصدق جناب میر عبداللہ بیہقی نے بلکرام جی کے نام پر عربی فارسی
دو بڑے قصیدے تصنیف کر کے یادگار چھوڑ دیئے ہیں۔ جن کے آخر میں یہ چند
شعر بیان کئے ہیں۔

میر مجید متقی   عبدالرشید البیہقی   مع نور رب قد لقی   سلّم علیہ ربنا
قطب الزمان شیخ کبیر   بر قتدی جم غفیر   فضل و علم لہ کثیر   سلّم علیہ ربنا
ذوالمغفر کنز الحیا   ہو سید الافراد جا   بحر السخا بہ الوفا   سلّم علیہ ربنا

میرے مہربے بیہقی وطن | عبدالرشید پاک تن | آمیختن بارب زمن | سَلّمْ عَلَیْہِ رَبّنا
قطب زمان شیخ مکان | یس بیہقی صلقی اذان | بد علم و فضلش بیکران | سَلّمْ عَلَیْہِ رَبّنا
آں عارف ہم یار ما | سردار اوزاد خدا | دریائے جود است و وفا | سَلّمْ عَلَیْہِ رَبّنا

خدا بھلا کرے۔ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری ملا بہاء الدین متو میر سعد اللہ خان شاہ آبادی شیخ شاہ عبدالوہاب نوری خواجہ محمد مراد فرہنگ پیر حسن شاہ کھویہامی میر حسین شاہ قادری عالیکدلی مولوی ہدایت اللہ متو مولوی نظام الدین محمد شاہ وازہ پوری خواجہ امیر الدین پکلیوال خواجہ محمد خلیل مرجانپوری خواجہ اسحاق ناد جو

غرض اس قسم کے باوثوق مؤرخین محققین کا جنہوں نے اپنی مصنفہ کتابوں میں بیہقی سادات کے کارنامے اور جناب میر عبدالرشید بیہقی کے ذاتی فضایل کے تذکرے درج کیے ہیں۔ ہر چند کہ جناب میر عبدالرشید کے خاندانی حالات اور ان کے ذاتی ترقیات بلکہ ان کے اولاد احفاد کے سبق آموز کارنامے متعدد کتابوں خصوصاً واقعات کشمیر تحقیقات امیری چشتیہ منظوم تکملۃ التواریخ نظام الوقایع وجیز التواریخ تاریخ ملک حیدر چاڈورہ درجات السادات فتوحات قادریہ تحایف الابرار وغیرہ میں درج کیے گئے ہیں۔ ایسی حالت میں راقم الحروف کے چند سطور کیطرف کون نظر اٹھاکر دیکھیگا۔ مگر چند احباب کے اصرار پر راقم کے تحریک میں یہ بات سمجھ میں آگئی۔ کہ مجموعہ صورت میں ایک خاص تذکرہ اردو میں پیش کیا جائیگا۔ چنانچہ پیش کیا گیا۔ اور تذکرۃ المتقی کے نام سے موسوم رہا۔ تذکرۃ المتقی میں ایک ایسے عظیم الشان معروف و مخصوص بزرگ کا تذکرہ بیان کیا گیا ہے۔ جو کہ ابو الواقف قطب عالم میر مجید کے القاب آداب سے مشہور ہے۔ اور جن کا مبارک نام میر عبدالرشید بیہقی خانواری ہے۔ یہ بزرگ خاندان کے لحاظ سے

شیعہ مذہب کے ایجاد نہ بلکہ میر شمس الدین اور اپنے آباؤ اجداد کی بیجا مدح سرائی سے کام لے گیا تھا۔

[illegible] ... اور متعصب شیعہ تھا

بیہقی سادات کے بڑے طبقے میں شامل تھے۔ جناب سید تاج الدین بیہقی" آپ کے جدِ امجد ہیں۔

نسب نامہ

ہر ایک مبصر کو ضرورتاً تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ بڑے بڑے قابلِ قدر محترم بزرگوں کی سوانح عمریاں اور ان کے حالات تذکرے لکھنے کے لئے چار ہی اصول (۱) نسب نامہ خاندانی حالات (۲) ذاتی اعمال اشغال (۳) یادگار حسنہ (۴) بنون بنات اولاد کا تذکرہ کرنا مقرر کئے گئے ہیں۔ جناب میر عبدالرشید بیہقی کے تذکرہ لکھنے میں یہ چار اصول نظر رکھتے ہوئے سب سے پہلے یہ امر واضح کیا گیا۔ کہ آپ کے خاندانی نسب نامے کی اسامیاں جناب سید تاج الدین بیہقی تک اور سید تاج الدین بیہقی سے لیکر جنابِ حضرت امام حسین شہید رضا تک پیش کرتے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔

(۱) جناب میر عبدالرشید بیہقی (۲) ابن میر سید احمد (۳) ابن میر سید محمد (۴) ابن میر سید ابراہیم خان (۵) ابن میر مبارک خان والی کشمیر (۶) ابن سید محمد خان (۷) ابن سید حسن مدار المہام (۸) ابن سید ناصر الدین (۹) ابن سید محمد کاندھالی (۱۰) ابن سید تاج الدین بیہقی (۱۱) ابن سید احمد (۱۲) ابن سید علی (۱۳) ابن سید احمد کبیر بخاری (۱۴) ابن سید السادات مخدوم سید جلال الدین شریف اللہ میر سرخ بخاری (۱۵) ابن ابو المؤید سید علی (۱۶) ابن سید جعفر (۱۷) ابن سید محمد (۱۸) ابن سید احمد (۱۹) ابن سید عبداللہ (۲۰) ابن سید علی اصغر (۲۱) ابن سید ابو علی جعفر (۲۲) ابن سید ابو جعفر سیدنا امام علی نقی (۲۳) ابن امام محمد تقی۔ (۲۴) ابن امام موسی کاظم (۲۵) ابن امام علی رضا (۲۶) ابن سیدنا امام جعفر صادق (۲۷) ابن سیدنا امام محمد باقر (۲۸) ابن سیدنا امام زین العابدین (۲۹) ابن سیدنا امام حسین شہید سعید

جنابِ مخدوم جہانیاں سید جلال الدین جہانگیر کے جدِ امجد مخدوم سید احمد کبیر بخاری کے مسلسل مستند نسبنامہ کو جبکہ ہم سامنے رکھکر اپنی نظر

دوڑاتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ جناب سید احمد کبیر کے بیٹے سید علی رینہ سید احمد بیہقی اسکے بیٹے سید تاج الدین بیہقی کے نام فتحات کبرویہ میں مذکور ہیں۔ جو کہ ۱۱۶۲ھ میں تصنیف ہوئی ہے۔ اور جناب شیخ شاہ عبدالوہاب نوری جیسے فضیلت مآب ولایت پناہ بزرگ نے تصنیف کی ہے۔ فتحات کبرویہ کے علاوہ فتوحات قادریہ تحایف الابرار وغیرہ میں یہ اسامیاں پائی جاتی ہیں۔

خاندانی حالات

حضرت امام حسین رض شہید سعید کی ساتویں پشت میں ابوالحسن جناب امام علی نقی ہادی ایک مقدس فاضل اجل امام مذہبی پیشوا گذرے ہیں۔ جو کہ ۲۱۲ھ میں پیدا ہوئے۔ اور ۲۵۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔ بغداد کے حدود میں بمقام سرمن رای آپ کا مقبرہ متبرکہ موجود ہے۔ آپ کے دوسرے صاحبزادے کا نام ابو علی سید جعفر تھا۔ جنکے بڑے بیٹے سید علی اصغر کے دو صاحبزادے سید عبداللہ اور سید اسماعیل کی ذریت بخوبی پھیلی اور پھلی ہوئی تھی۔ چنانچہ یہاں کرے والے مشہور سادات سید اسماعیل کے ذریت سے موجود ہیں۔ سید عبداللہ کے بیٹے کا نام سید احمد تھا۔ سید احمد کے خلف الصدق سید محمد اور سید محمد کے فرزند ارجمند کا نام سید جعفر تھا۔ سید جعفر کے صاحبزادے ابوالموید سید علی کو توران کے مشہور بادشاہ سلطان محمود شاہ کی صاحبزادی سے شادی ہوئی۔ جس کے بطن سے سید جلال الدین پیدا ہوئے ہیں۔ "آفتاب والاجاہ" کے فقرے سے آپ کے ولادت کی تاریخ نکالتے ہیں۔ بخارا میں جہاں کہ آپ کے اسلاف چند پشتوں سے سکونت رکھتے تھے۔ آپکی پیدائش کا مقام تھا۔ سید جلال الدین ابن سید علی کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ مگر تھوڑے عرصہ گذر کر مخدوم اعظم شریف اللہ میر سرخ ابوالبرکات شیر شاہ کے القاب و آداب سے عام شہرت پا گئے۔ علمی فضایل کی تحصیل تکمیل کے بعد جناب شیخ الاسلام مخدوم

بہاؤالدین زکریا ملتانی کے عظیم الشان درگاہ پہ حاضر ہوئے۔ اپنے باطن کی اصلاح کی باضابطہ ارشادنامہ حاصل کیا۔ اپنے آباواجداد کے قدیمی وطن بخارا شریف سے نکلے۔ ملتان کے حدود میں بمقام اوچہ سکونت اختیار کی پہاگہی سادات میں سے ایک مشہور بزرگ سید بدرالدین کی صاحبزادی کی مواصلت کیلئے سلسلہ جنبانی کی۔ سید بدرالدین نے جواباً یہ کہا۔ جب تک سیادت شرافت کیلئے ثبوت دستند پیش نہیں کیجائیگی۔ تب تک یہہ کام انجام کی حد تک نہیں پہونچیگا۔ مخدوم سید جلال الدین نے جواباً یہ فرمایا۔ کہ اطمینان سے رہیں۔ آج رات میں مطمئن سند پیش نہیں کیجائیگی سید بدرالدین رات میں سوتے ہوئے جناب رسول مقبولؐ کی دیدار سے مشرف ہوئے۔ جناب رسول مقبولؐ نے یہ ارشاد فرمایا ہو کہ این پسر جلال الدین بخاری از فرزندان من است۔ عقد نکاح عاجزہ خود باوے منعقد کن درین باب شک میارکم کل سویرے سید بدرالدین نے اٹھکر سید جلال الدین

۱؎ ۵۷۸ھ میں آپ پیدا ہوئے ہیں۔ اور ۶۶۶ھ کو آپ نے وفات پائی۔ ملتان میں آپکی زیارتگاہ بڑی شہرت پر آباد ہے۔ عبدالعزیٰ کے بیٹے اسد سے آنکا تعلق رکھنے کیوجہ سے آپ کو قریشی اسدی کہتے ہیں۔ آپ کے خاندان کی ذریت کثرت سے پھیلی ہوئی ہے۔ حاجی احمد قاری قریشی الاسدی اسوقت وضعہ کشمیر میں آئے ہیں۔ جبکہ جناب حضرت سلطان مخدوم شیخ حمزہؒ کے اعلے قسم کے فضل کمالات بابرکت حالات روحانی تعلقات کا شہر و دیہات میں بڑا شہرہ موجود تھا۔ اجملہ پتھر مسجد مخدوم کوچہ میں قریشی قوم قبیلہ کے پیرزادے کثرت سے پائے جاتے ہیں۔ جو کہ اپنے آپ کو حاجی احمد قاری کی ذریت سے نسباً تصور کرتے ہیں۔
علاؤالدین احمد برہان الدین مسعود ضیاءالدین محمود قدوۃ الدین ارشد شمس الدین محبوب شہاب الدین انور صدرالدین محمد۔ یہ سات بزرگ ہیں۔ جو کہ جناب مخدوم بہاؤالدین زکریا کے قابل بیٹے ہیں۔ صدرالدین محمد کے بیٹے کا نام ابو الفتح شاہ رکن الدین عالم تھا۔ جو کہ لاولد انتقال کر گئے ہیں اور شاہ عمادالدین اسماعیل کے بیٹے مخدوم شاہ رکن الدین نے اپنے چچا کی جگہ خلافتاً و نیابتاً لے لی۔

دولتخانہ پر تشریف فرمایا ہوئے۔ بڑی خواہشمندی سے یہ کام انجام کی حد تک پہونچی۔ سید علی سید جعفر سید احمد کبیر سید صدر الدین محمد غوث سید بہاء الدین احمد پانچ بیٹے آپ کے یادگار ہیں۔
۶۹۵ھ میں آپ انتقال کر گئے۔ اوچہ میں آپ کی زیارتگاہ موجود ہے۔
سیّد بدر الدین شاہ بہاکری کے دختر زادے سید احمد کبیر بخاری کو دو بلکہ تین بیٹے تھے۔ (۱) مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری (۲) مخدوم سید صدر الدین راجو قتال (۳) سید علی۔ حضرت شیخ بابا داؤد خاکی رح کی مصنفہ وردالمریدین ایک مشہور قصیدہ راقم کے سامنے ہے۔ اس میں مولانا خاکی نے منجملہ دیگر باتوں کے یہ چند اشعار درج فرمائے ہیں۔

مخدوم جہانیاں سید جلال الدین بخاری

آن بخاری نسبت سید جلال الدین لقب	قطب عالم بود و مخدومیش اظہر شدہ است
در تصرف کردن اندر اولیاء ہستے تمام	داشتش نازد بداؤد خدمتش مشہور شدہ است
بہر اثبات نسب از روضہ پاک نبی	از جواب یا ولد مخصوص در محضر شدہ است
پس از آنجا بہر ارشاد و ہدایت سوی ہند	ہم مرخص زان رسول اطیب و اطہر شدہ است
خطۂ پاک زمینی اوچہ در ہندوستان	از صفائی مرقدش با زینت و بافر شدہ است
بود از ہر خانوادہ مستفید اما بسے	سہروردی اوچہ ہستی ظہر و مظہر شدہ است
زرشد آثار و ہدایت زین مبارک سلسلہ	این زمان در ہر ولایت شامل منتشر شدہ است
چشم فیض از لطف او دارم کہ فیض عام او	تادم محشر منشرحی اتباع مستنشر شدہ است
اوست یکصاحب قران یکقرن را مشہور نیک	زین مشائخ ہر کی ارشاد را محور شدہ است

مخدوم جہانیاں سید جلال الدین کے محترم برادر سید علی کے بیٹے سید احمد سے ایک فرزند سید تاج الدین ہا ہے۔ جو کہ خراسان کے حدود میں بمقام بیہق سکونت رکھتے تھے۔ بیہق سے توطن کی نسبت رکھنے کے باعث آپکو سید تاج الدین بیہقی کے نام و نسبت سے کافی شہرت حاصل ہوئی۔ وطن کے مخصوص انتساب کا نتیجہ یہہ نکلا۔ کہ آپ کی ذریت ابا عنجد بیہقی سادات کے نام و نسبت سے مشہور ہے۔

سید تاج الدین بیہقی

سیدؒ تاج الدین بیہقی دو فرزندوں کے باپ ہیں ۔ ایک کا نام سید نور الدین
بیہقی تھا ۔ دوسرے فرزند کا نام سید محمد بیہقی ۔ بیہقی اور منطقی سادات دونو
خاندان اسلئیے قرابتدار ہیں ۔ ایک ہی جد امجد کی اولاد ہیں ۔ سید نور الدین
کے صاحبزادہ سید حسین منطقی نے ادب و دینیات مذہبی علوم کے علاوہ علم
منطق میں بڑی دستگاہ حاصل کی تھی ۔ اسلئیے آپ کی ذریت کو منطقی سادات کے
نسبت سے بڑی شہرت حاصل ہوئی ہے ۔ تقریباً یہ وہ زمانہ تھا جبکہ سید
تاج الدین ہمدانی ۔ سید تاج الدین بخاری ۔ اور سید تاج الدین بیہقی ہمعصر
تین اصحاب وجود کے صفحے پر رونما تھے ۔ سید تاج الدین ہمدانی کے نسب
نامے کے لئے باوثوق ثبوت موجود ہے ۔ کہ وہ جناب حضرت سید علی ہمدانی سے
نسباً تعلق رکھتے ہیں ۔ جس کے خاندانی شجرے وغیرہ حالات جنۃ الدنیا میں
صراحتاً مذکور ہیں ۔ محلہ شہام پورہ نوہٹہ میں آپ اور آپ کے مشہور بیٹے
سید حسن خان کی زیارتگاہ موجود ہے ۔ سید تاج الدین بخاری کے
والد ماجد کا نام مخدوم سید علاء الدین بخاری اسکندر پوری تھا ۔
سید علاء الدین مخدوم جہانیان سید جلال الدین بخاری کے پوتے ہیں
سید فخر الدین اپنے باپ سید علاء الدین کے حیات میں انتقال کر گئے ۔
سید حاجی مراد کرہ ہی ابن سید فخر الدین کے خلف الصدق کی ذریت
موضع کرہ ہی وغیرہ دیہات میں کثرت سے آباد ہے ۔ میر بزرگ شاہ زینہ کدلی
کی اولاد واحفاد اپنے نسب نامے پیش کر کے سید تاج الدین بخاری تک
ملاتے ہیں ۔ سلطان سکندر نے موضع اسکندر پورہ پرگنہ بیروہ کا بڑا
گاؤں جو کہ دراصل مخدوم سید علاء الدین بخاری نے آباد کر کے بارونق
بنایا تھا ۔ اور سلطان سکندر کے نام پر موسوم کر دیا تھا ۔ مدد معاش
جاگیرات کے صورت میں سید تاج الدین بخاری کو تفویض کیا ۔ وہ بھی قبول
کر گئے ۔ مگر جاگیرات سرکاری مدد معاش کی تمام آمدنی فقرا و غربا مستحق

مسافروں کو دیتے رہے۔ اور آپ نے اپنی بلکہ اپنے اہل و عیال کے ذاتی معیشت کیلئے یہ کام کیا۔ کہ اپنے ہاتھ سے ہل چلائی۔ زراعت زمینداری کی۔ موضع اسکندرپورہ میں آپ کا مقبرہ موجود ہے۔ سید ضیاء الدین کو سید زیرک بھی کہتے ہیں۔ جو کہ مخدوم سید علاء الدین بخاری کے دور کے بیٹے ہیں۔ اور فارسی زبان میں اعلےٰ شعر صوفیانہ نکات لکھتے تھے۔ ایک بڑی دیوان آپ نے لکھی تھی۔

سلطان قطب الدین کے بیٹے سلطان سکندر کی عملداری کا زمانہ ملکی باشندوں کے لئے عموماً اور فضلاء و علماء سادات کے لئے خصوصاً حقوق شناسی قدردانی کا زمانہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ عام فیاضی اعتدال پسندی کی باتوں نے جو کہ دُور دُور اعلاقہ جات میں اشاعت پذیر ہوئے تھے اولوالعزم مشہور حضرات کو اپنے قدیمی وطن کو چھوڑ کر سرزمین ہذا میں آنے کیلئے مامور بلکہ مجبور کر دیا۔ سید محمد بیہقی کاندھامی بھی اسوقت آ گئے۔ کاندھامہ میں مقیم رہے۔ سلطان سکندر کو آپ کے آمد کی اطلاع ہوئی۔ دوڑ کے آیا۔ اور عقیدتمندی کا اظہار کیا۔ صحبت کا استفادہ اٹھایا۔ چنانچہ پرگنہ بانگل کے چند دیہات کی آمدنی جاگیرات مدد معاش کی حیثیت سے عطا کر کے آپ کی بڑی عزت افزائی کی۔ سید محمد بیہقی کے لطافت طبع برجستہ عارفانہ شعر گوئی کا اسرار الاخیار کے مصنف نے اعتراف کیا۔ اور یہ کہا کہ دیوان اشعار او قریب چہل ہزار ابیات در مضامین تصوف مسطور است۔ لیکن نہ آپ کا وہ دیوان کہیں ملتا ہے نہ شاعرانہ کلام کا کوئی پتہ چلتا ہے۔ سید ناصر الدین ایک فرزند اور بی بی خاتون بیگم ایک صاحبزادی آپ کی یادگار ہیں یہ عجیب قسم کی بات ہے۔ کہ والدین کے رکھے ہوئے نام بی بی تاج خاتون کو کچھ زیادہ شہرت نہیں ہوئی۔ سلطان زین العابدین بڈشاہ کے نکاح میں آنے کے لحاظ سے بیہقی بیگم کے نام سے ہر ایک کتاب میں جگہ پائی۔ البتہ خاندانی انتساب

شمس

سیادت نے بیہقی بیگم کے ساتھ ملکہ سیادت پناہ بیہقی بیگم کا نام مشہور کر دیا۔ جو کہ قطب العالم شیخ بہاء الدین گنج بخش کے حضور میں آ کر خدا شناسی کی تعلیمات اخذ کر لیتی تھی۔ اور اپنی قید حیات میں ہی آپ نے اپنی ذاتی زیورات جائیداد کو فروخت کر کے محلہ درہ مرہ میں ایک بڑے قبرستان کا احاطہ برپا کر دیا۔ جو کہ بیہقی بیگم کے مزار کے نام سے ایک خاص مدت تک مشہور رہا۔ آخر ۸۷۹ھ میں جناب قطب العالم شیخ بہاء الدین[۱] کی شہادت کا ناگہانی واقعہ سکرشل کے آس پاس ظہور میں آیا۔ اور بڈشاہ کو فوراً اطلاع ہوئی۔ وہ بھی حسرت افسوس کا اظہار کرتا رہا۔ بلکہ یہ خواہش ظاہر کی۔ کہ آپ کی لاش شاہی مزار میں دفن کی جائے۔ آخر بیہقی بیگم کے اصرار پر یہ قرار داد منظور ہوئی۔ کہ آپ دُرہ مرہ کے مزار کے ایک کونے میں سید سلیمان کی قبر کے سامنے دفن کئے گئے ہیں۔ تو وہ قطب العالم شیخ بہاء الدین کے قبرستان کے نام سے مشہور رہا۔ بیہقی بیگم کے مزار کی حد بندی بھی مزار کلاں کے احاطہ میں شیخ

[۱] جناب سید علی ہمدانی رض کے مخصوص خلفا میں جناب خواجہ اسحاق ختلانی کا نام مبارک بڑی عزت و قدر و منزلت لیتے ہیں۔ جو کہ شیخ بہاء الدین گنج بخش رح کے پیر و مرشد تھے کشمیری الاصل شیخ بہاء الدین ابتدا میں بڑے سیاح تھے۔ شیخ سلطان کشمیری بابا حاجی ادہم بلخی رح سید محمد مدنی رح شیخ نور الدین ولی ریشی رح اور سلطان زین العابدین بڈشاہ بھی آپ کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور مافوق تسلیم کرتے تھے۔ مخدوم بابا عثمان اوجب گنائی اور سید حسن بلادوری درویش دُرہ شاہ آپ کے فیض یافتہ تھے سلطان بڈہ شاہ کو آپ کی شہادت کے المناک واقعہ کی خبر ہوئی۔ بہت افسوس ظاہر کیا۔ جناب شیخ نے اپنے ہم صحبتوں ارادتمندوں کو وصیت کر رکھی تھی۔ کہ جب میرا انتقال ہو جائے تو میرا جنازہ کندھوں پر لیجانے کی بجائے یہ کام کرو۔ کہ میرے پاؤں میں رسہ باندھ کر کشاں کشاں لئے پھرو۔ یہاں تک کہ قبرستان میں پہونچا دو۔ لوگ اس وصیت کی تکمیل کے لئے بڑے متردد مضطرب ہوئے تھے۔ بادشاہ نے حکم دیا۔ کہ جناب شیخ کی وصیت ضرور پوری ہونی چاہیئے۔ چنانچہ بادشاہ کے حکم سے ایک گہوارہ بنایا گیا۔ اسمیں آپ کی لاش رکھی گئی۔ گہوارہ کے نیچے

[illegible]

بہاؤ الدین کے روضہ نے تھوڑے فاصلہ پر گذر کر موجود ہے - اور سید محمد بہقی اپنی نشستگاہ میں بمقام کاندھامہ مدفون ہیں -

کاندھامہ

ہمارے پاس فتوحات قادریہ - فتحات کبرویہ دونوں کتابیں موجود ہیں - جو کہ میر سید حسین منطقی کی پوری روئیداد لکھتے ہیں - خلاصہ یہ ہے - کہ آپ اس زمانے میں یہاں تشریف فرما ہوئے ہیں - جبکہ سلطان سکندر کی معتدل حکومت کا طوطی بول رہا تھا - مگر ایک خاص مدت کے اختتام پر چند ایسے وجوہات ظہور میں آئے - جنہوں نے آپ کو سرزمین کشمیر چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا - چنانچہ آپ دہلی کے حدود میں بمقام چادچہ جاکر مقیم رہے غربت کی حالت میں سات آٹھ برس کے ایام بسر کر گئے - سید نور الدین آپکے والد ماجد کی وفات قصبہ چادچہ میں واقع ہوئی - سلطان بڈشاہ کے عہد حکومت میں آپ کو سرزمین ہذا کی آب و ہوا باغ و فضا یاد آئی - دوڑ کے آئے محلہ ملچھمر میں دریائے بہت کے شرقی کنارے پر سکونت اختیار کی -

ایک دن کا ذکر ہے - کہ سلطان بڈشاہ نے اپنی بلا ولد منکوحہ بی بی تاج خاتون بیہقی بیگم کی استدعا پر جناب سید حسین منطقی سے عطائے تبرک کا مطالبہ کیا - آپ نے دوسرے دن کا وعدہ رکھا - اور حسب وعدہ جب دوسرے دن بھی آیا - آپ بھی کوئی چیز زیر آستین چھپائے ہوئے مجلس میں حاضر ہوئے

جناب سید بلبل شاہ قلندر کی روحانی توجہات کی بدولت جبکہ سرزمین کشمیر کے باشندے عموماً خصوصاً یہاں تک کہ تبتی راجزادہ رینچن شاہ فرمانروائے کشمیر اور سری راون چندرجی وزیر الملک بھی اپنی پرانی ملت سے منحرف ہو کر خالص توحید پرستی اسلام کے سچے پکے مذہب میں داخل ہو گئے - خصوصاً شاہی محلات بلبل لنکر بودھ گیر بلادمر کے قرب و جوار میں جو باشندے تھے - وہ کثرت سے دین محمدی کی اتباع میں آگئے - تو اہل ہنود نے نفرت حقارت سے اُن کے مقام کا نام ملیچھمر رکھا - ملیچھ اس زمانہ میں ہر غیر ہندو کا نام تھا - مر بزبان کشمیری جگہ کو کہتے ہیں -

سید محمد امین منطقی

سلطان کی طرف مخاطب کر کے یہ فرمایا۔ کہ تمہارے لئے تبرک لایا ہوں۔ بادشاہ نے ہاتھ بڑھایا۔ تو آپ نے نوزائیدہ بچہ نکالکر اس کے حوالہ کر دیا۔ اور کہا۔ میں تم کو اپنا لخت جگر بطور تبرک بخشتا ہوں۔ اس کا نام محمد امین رکھنا بادشاہ اس عجیب تبرک سے خوش بھی ہوا۔ اور حیران بھی۔ لیکن آگے چل کر اس نوزائیدہ بچہ نے پالٹکس کی بجائے دنیائے تصوف و سلوک میں وہ نام پیدا کیا۔ کہ آپ کے مناقب فضائل میں کئی کئی صفحات بھرے پڑے ہوئے ہیں۔ اور آپ کے مزار فائض الانوار کے متعلق کہا گیا۔

گلشن نور ہست یارب با ہمہ بیت الشرف
یا چو بیت اللہ بہر طائفان مرادہا

عالیکدل ملچھر بٹہ یار کے درمیان بلبل لنگر کے آس پاس دریائے بہت کے شرقی کنارے پر محلہ گنجان آبادی کا ایک محلہ واقعہ ہے۔ جس کا نام محلہ اویسی صاحب ہے۔ محلہ مذکورہ میں جناب بابا اویسی صاحب رح کی بڑی زیارتگاہ موجود ہے۔ اویسی صاحب کا اصل نام سید محمد امین منطقی تھا۔ جس کی نورانی پیشانی سے پیدا ہوتے ہی سعادتمندی کے آثار رونما تھے۔ حقیقت شناسی کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ کہ ماسبق ایک مشہور شاعر نے آپ کی توصیف و تعریف میں یہ چند شعر یوں بیان کئے ہیں۔ نظم

مدح بابائے میر اویس کنم — تا زبان راست در دہان دارم
ہست فرزند پیشوائے رسل — وصف او بے حد و بیان دارم
او ولی از رہ اویس شدہ — خبر از پیر و از جوان دارم
بے زبان و بے دلہ چو عیسیٰؑ بود — یاد از پیر باستان دارم
فاضل وقت بود و عارف حق — این سخن ہم ز ترجمان دارم

ظاہری علوم خصوصاً قرآن مجید کی باقاعدہ تعلیم جناب بابا حاجی ادہم بلخی رح سے حاصل کی۔ جناب خواجہ ہلال نقشبندی رح اشحم دالیے کی خدمت میں حاضر ہو کر نقشبندیہ طریقہ شریفہ کی تعلیمات و روحانی ہدایات کے اخذ و اکتساب میں کوشاں رہے

سلطان بڈہ شاہ نے آپ کو بوجوہات ذیل ایک تو آپ کی مبارک پیشانی سے اقبالمندی ستارۂ بلندی کی جھلک نظر آرہی تھی۔ دوسرے وہ ایک بزرگ صاحب علم و فضل جناب سید حسین منطقی کا عطیہ تبرک تھا۔ اپنی اولاد کی طرح مشفقانہ پرورش کی۔ مگر آپ ابتدا ہی سے زاہدانہ رنگ میں رنگین ہو گئے۔ دنیاوی تعلقات دربار داری کو آپ نے لات ماری۔ ایک خاص مدت تک موضع اشیم کی خانقاہ میں آپ نے عزلت نشینی اختیار کی۔ کبھی کبھی نفس شہر سرینگر میں آکر جناب بابا حاجی ادہم بلخی کے مقبرۂ متبرکہ کے آس پاس یعنے شاعرداری کے باغ میں جو کہ بعد میں شہید داری کے نام سے موسوم رہا ہے۔ تشریف فرماتے تھے۔ بعض اوقات میں جناب سید حسین منطقی اپنے محترم والد ماجد کے دولت خانے میں جو کہ محلہ مجھیر سے گذر کر دریائے بہت کے کنارے پر موجود تھا۔ توقف فرما کر کثیر المشقت ریاضات بجا لاتے تھے۔ اپنے خلوتخانے پر آپ نے ایک دربان مقرر کر کے رکھا تھا۔ جب آپ خاص حالت میں ہوتے تھے۔ تو دربان اعلان کر دیتا تھا۔ "کہ میر با خدا ست" چنانچہ کوئی شخص ان کے پاس نہیں جا سکتا تھا۔ جب وہ اعلان کرتا تھا۔ کہ میر با خدا و خود است یعنے آپ مشاہدۂ وحدت کثرت میں کر رہے ہیں۔ تو لوگوں کو اندر آنے کی اجازت ہوتی تھی۔

سنہ ۸۲۸ھ میں باغ خرم آباد یعنے زینہ لنکا کی بے نظیر عمارت جھیل اولر میں آباد ہوئی۔ تعمیر کے اختتام پر شاہانہ شادیانے کی مجالس محافل کے انعقاد کا تقرر عمل میں آیا۔ امراء وزراء اہل دربار اور سلطان بڈشاہ بھی گلگشت کے عازم ہوئے۔ تو سلطان نے جناب سید محمد امین منطقی اویسی کو مجبور کرتے ہوئے ایک بڑی کشتی میں تشریف فرما کر ساتھ لے لیا۔ شادیانہ سرود اور سرور کی مجلس گرما گرم تھی۔ کہ جناب اویسی صاحبؒ نے ایک جفت مار کر اولر کی جھیل میں اپنے آپ کو ڈالدیا۔ کہ غواصان آشنا در کیش اور ملاحان سباحت اندیش کی تمام کوششوں کے باوجود وہ دریگانہ اس بحر بیکران سے

نہ نکل سکا۔ سلطان کا سارا عیش منغص ہو گیا۔ طرب سرود کی مجلس درہم برہم ہو گئی۔ نہایت اندوہگین ہو کر واپس شہر کو روانہ ہوا۔ جبکہ موضع اشم میں دریائے بہت کے کنارے پر پہونچا۔ تو کیا دیکھتا ہے۔ کہ جناب ؒ الادریا کے کنارے پر بیٹھکر اپنے خرقہ کو پیوند لگاتے تھے۔ بادشاہ کو یہ احوال دیکھکر تازہ مسرت نئی زندگی حاصل ہوئی۔ کشتی سے اُترا آکر حضور کے خدمت میں حاضر ہو کر عذر خواہی کی۔ ندامت کا اظہار کیا۔

سلطان حسن شاہ کی عملداری مطابق ۸۸۹ھ میں بیہقی سادات اور قدیمی اہل دربار کے فیما بین کشمکش رقابت اور پارٹی بازی کے تباہ کن خطرناک ہنگامے انقلابات برپا ہوئے۔ آپس میں لڑتے رہے۔ اسی اثنا میں قدیمی اہل دربار نے متفقہ صورت میں حملہ آور ہو کر بیہقی سادات کے ۱۴ نفوس قتل کئے ہیں۔ اور سید محمد ابن ادیبی بھی جو کہ ان کے خاندان سے نسباً تعلق رکھتے تھے۔ باغ میرہ داری میں محصور کر کے مجروح کیا ابھی جان باقی تھی۔ کہ اُس حالت میں آپ نے حسب ذیل دو رُباعیاں اور ایک شعر بیان فرمایا۔

منم آں رند جہانگیر و مسیحا نفسے | کہ من این ہر دو جہاں را نشمارم بخسے
اگر از عشق تو سر برود گو بردد | ہرگز این سر نہان تو نگویم بکسے

من فارغم ز مصلحت اہل روزگار | میدان الیقین کہ کشتن من بود بے گناہ
اکنون بیا لشعر بخوان بر مزار من | تا روی ظالمان ستمگر شود سیاہ

صد شکر جسم من بعد مرگ ویران خوشتر است
نامردی ہمچو من با خاک یکسان خوشتر است

صوفیانہ مسلک کے قادر الکلام لطیف الطبع شعرا کے زمرے میں جو کہ تحقیقاً تلامیذ الرحمن کہلائے جانے کے مستحق ہیں۔ آپ بھی شامل تھے۔ ادبی آپ کا

شاعرانہ تخلص تھا۔ روحانیت۔ خالص توحید پرستی۔ عشق۔عرفان درد سوز و گداز کے صوفیانہ نکتے آپکے ترجیع بند میں پائے جاتے ہیں۔ دو تین ترجیع بند کی نقل ذیل میں درج کیجاتی ہے:۔

بعاشقان کہ فراق و وصال یکسان است — نہ شادمانی وصل نہ بیم ہجران است
بپیش مردم عارف چہ مسجد چہ کنشت — بچشم اہل نظر خوب و زشت یکسان است
دلا بچشم حقارت نظر بکفر مکن — کہ آن بنزد محقق نہ غیر ایمان است
کسیکہ دیدۂ وحدت بیفکند برہم — زکافریست اگر گو ہمیش مسلمان است
جہان و اہل جہان جز ز معنی ازلیست — بچشم سر بنگر کان ہمہ در انسان است

اگر ز مذہب و ملت بپرسی از اویسی
بدین عشق تو سر خیل بت پرستان است

عاشقان ہمتے کہ کردم ساز — رخت بربستم از مقام نیاز
عارفان رحمتے ز راہ کرم — کہ ندارم بجز شما ہمراز
واصلان جذبۂ ز عالم رضا — تا شوم با شما دمے دمساز
حاضران التماس یک بیرے — کہ رہے سخت و منزلیست دراز
راہ صدق و صفا گرفتم پیش — میل مہر و وفا نمودم باز
از مخالف ہمی کنم آہنگ — تا رسم با نوا از راہ حجاز
ہمچو شمع ز جمع دلداران — میبرد ملک با ہزار سوز و گداز
مرکبم ہمت است و عشق دلیل — ہمرہم آہ و نالہ ام دمساز
چون کہ این منزل اقامت نیست — گو نیا مے کنم ہمی آواز

بعد ازین اویس ترک گفت و شنود
کنج کوہ و عبادت معبود

سید حسن منطقی

من کہ در اصل بودہ ام عنقا
این زمان من باصلِ خویش شوم
کنجِ وحدت قرارگاہِ من است
آمدہ بہ طریقِ مہمانی
میزبانانِ دہر را دیدم
نوش ندہند غیرِ نیشِ بکس
چون بدیدم بہ راہِ معنی نیست
کاب حیوان کس نسازم نوش
کردہ ام عہد و بستہ ام پیمان

قلۂ قاف داشتم ملجاء
کہ باصل است مرجعِ اشیا
زانکہ کنجست گنج را ماوی
پنجروزے برین سہ پنج سرا
ہر یکے خود لسانِ اژدرہا
بے سہمی ذُل لزالۂ حلوا
با دلِ خستہ گفتم ای شیدا
گر بمیرم بہ رنجِ استسقا
کہ بتوفیق و ایزدِ دانا

بعد ازین اویس ترکِ گفت و شنود
کنج کوہ و عبادتِ معبود

سید محمد امین اویسی منطقی کے بھائی جناب سید حسن منطقی اپنے والدِ ماجد جناب سید حسین منطقی سے باختصاص تربیت یافتہ ہیں ۔ علاقہ اونتی پورہ کے شاہی باغ میں دریائے بہت کے کنارے پہ آپنے رہائش اختیار کی ۔ زہد و ورع درویشی کے رنگ میں تھے ۔ اسلامی تعلیمات روحانی ہدایات کی ترویج و تائید کے لئے وہ لائحۂ عمل اختیار کر لیا ۔ جو کہ حقیقت شناس مبلغین اور سلف صالحین کا کام تھا ۔ سید کمال الدین سید فرید الدین سید بایزید سید نعمت اللہ سید ناصر الدین یہہ پانچ بزرگ میر فضل اللہ کے قابل لائق صاحبزادے ہیں جو کہ سید حسن منطقی کے فرزندارجمند ہیں ۔

موجودہ منطقی سادات کے خاندانی افراد اپنے نسب نامے سید حسن منطقی تک ملاتے ہیں ۔ جن کے حالات کے ضبط و اندراج کے لئے متعدد کتابوں اور مسموعات سے مدد لیکر میر حسین قادری عالیکدلی نے بڑی کوشش کی ہے ۔

سید ناصر الدین بیہقی

موضع سالورہ لار میں نالہ سندھ کے کنارے پر ایک بڑی زیارتگاہ موجود ہے۔ جس کو سید قمر الدین کی زیارتگاہ کے نام سے شہرت ہوئی ہے۔ تحایف الابرار کے مصنف مگر بلا حوالہ کتاب نے سالورہ والے سید قمر الدین کے بارے میں یہ لکھا ہے۔ کہ آپ سید حسین منطقی کے خاص خلیفہ تھے۔ بائی جذبہ کے رنگ میں رنگین تھے۔ ماہ صفر کی گیارھویں تاریخ تھی۔ کہ آپ نے وفات سید ناصر الدین بیہقی جناب سید حسین منطقی کے مرید اور علوم ظاہری باطنی میں صاحب کمال تھے۔ علاوہ اسکے سلطان زین العابدین بڈشاہ کے خاص مقربوں کے زمرے میں شامل رہے۔ پیرزادہ حسن شاہ کھویہامی کا یہ لکھنا (سلطان زین العابدین عالیشان رابسیار گرامی میداشت و اکتساب فیوض معنوی از انجناب میکرد) تاریخ میں حضرات کے حضور میں ایک خاص حیثیت رکھتا ہے کہ سلطان زین العابدین بڈشاہ جیسے خدارسیدہ بزرگ اور سید حسین منطقیؒ جناب شیخ بہاء الدین گنج بخشؒ جناب شیخ نور الدین ریشیؒ وغیرہ کے فیض یافتہ لئے جناب سید ناصر الدین بیہقی کے حضور میں آکر خداشناسی کے معارف لطایف حاصل کئے ہیں۔

سلطان حسن شاہ کے زمانے تک سید ناصر الدین زندہ تھے۔ اور وہ چونکہ بڈشاہ جیسے جلیل القدر بادشاہ کی آنکھیں دیکھے ہوئے تھے۔ اور سلطنتوں کے بگڑنے اور بننے کی وجوہ واسباب سے کماحقہ آگاہی رکھتے تھے۔ اُنہوں نے سلطان حسن شاہ کو بے اعتدالیوں سے منع کیا۔ لیکن اُس نے راہِ راست اختیار کرنے کی بجائے آپ کی حریت حق گوئی سے ناراض ہوکر آپ کو کشمیر سے نکلوا دیا۔ نکلوا دینے کے لئے اور بھی چند وجوہات رونما ہوئے۔ جو کہ سید حسن بیہقی کے تذکرے میں مذکور ہیں۔ مختصر کہ آپ سیدھے دہلی چلے گئے۔ اور وہیں رہایش اختیار کی۔ جب اُن کے بعد باہمی خانہ جنگیوں سے کشمیر میں ابتری بدامنی پھیلنی شروع ہوگئی۔ تو حسن شاہ نے آپ کو یاد کیا۔

اور دہلی میں آپ کے لانے کے لئے آدمی بھیجا ۔ آپ اسوقت ضعیف العمر تھے ۔ اور سفر کے ناقابل ۔ لیکن ملک کی تباہی کی خبریں سنکر آنسو نکل آئے ۔ چنانچہ آپ کشمیر کو روانہ ہو گئے ۔ اور جب تمام مراحل طے کر کے درہ پیر پنچال کے سر بفلک بلندی پر پہونچے ۔ تو طبیعت زیادہ کمزور ہو گئی ۔ اور وہیں ٹھہر گئے

حسرت بر اس مسافر بے کس کے روئیے
جو تھک گیا ہو بیٹھ کے منزل کے سامنے

خیال تھا کہ آگے چلینگے دم لیکر ۔ لیکن قدرت اس وقفہ و قیام ہی کو دم واپسین بنا رہی تھی ۔ چنانچہ آپ نے اسی عالم مسافرت میں جان جان آفریں کو سونپ دی ۔

سلطان زین العابدین بڈشاہ پادشاہ کے پوتے کا نام سلطان حسن شاہ تھا ۔ جس نے اپنے باپ سلطان حیدر شاہ کی وفات سنہ ۸۹۰ھ کے بعد سر زمین کشمیر کی حکومت کی باگ اپنے ہاتھ میں لے لی ۔ ضلعہ وڈمر کے باشندے رئیس الملک ملک احمد ایتو کو وزارت کا عہدہ تفویض کر کے مدار المہام بنایا ۔ اور سید ناصر الدین بیہقی کے بیٹے سید حسن بیہقی کو شاہی اہل دربار حاضر باشوں کے زمرے میں شامل کر دیا ۔ سید حسن بیہقی نے بی بی حیات خاتون اپنی صاحبزادی کی شادی کا تعلق سلطان حسن شاہ کے ساتھ پیدا کر دیا ۔ یہ رشتہ داری اسقدر باثر ثابت ہوئی ۔ کہ سید حسن بیہقی کی کیا بات ۔ بیہقی سادات کے خاندانی افراد شاہی دربار میں بڑی عزت کے ساتھ شامل رہے ۔ بڑے بڑے عہدے جاگیرات انعامات مدد معاش اور شاہانہ وظائف بھی حاصل کر گئے ۔ یہاں تک کہ اپنی خاندانی وجاہت بڑے نسب کے افتخار کو مد نظر رکھتے ہوئے خود پسندی کی دم بھرتے رہے ۔ قدیمی درباریوں بڑے بڑے عہدہ داروں ۔ خصوصاً مدار المہام ملک احمد ایتو سنجر رینہ ملک احمد ماگرے جیسے اولوالعزم شوریدہ سر امراء و عمائدین کو حقارت کی

نگاہ سے دیکھنے لگے۔ ساتھ ہی ایسا انقلاب نما بڑا واقعہ ظہور میں آیا۔ جو کہ حکومت کے ضبط و ربط میں ہلچل بلکہ خاص و عام ملکی باشندوں میں ہیجان و خلفشان پیدا ہونے کا ذریعہ تھا۔ وہ یہ ہے۔ کہ سید حسن کی صاحبزادی بی بی حیات خاتون کی بطن سے سلطان حسن شاہ کے دو بیٹے محمد خان حسن خان پیدا ہوئے ہیں۔ تازی بٹ سپہ سالار کی بیوی نے محمد خان کی پرورش کے لیئے درخواست پیش کی۔ جو کہ منظور ہوئی اور ملک احمد ایتو مدار المہام کی منکوحہ نے حسن خان دوسرے بیٹے کی تربیت کی ذمہ داری اُٹھائی۔ چونکہ ملک ایتو اور تازی بٹ کے فیما بین ایک عرصہ سے ذاتی رقابت و عداوت کا سلسلہ برپا تھا۔ شاہزادوں کی رضاعت کا تعلق ایک دوسرے کو بے حد ناگوار گذرا۔ رقابت کی آگ کے شعلے بھڑک اُٹھ گئے۔ زبانی گفتگو سے گذر کر مقابلہ کی حد تک نوبت پہنچ گئی مقابلہ بھی اعلاناً کرتے رہے۔ شاہی محلات راجدہانی پر حملہ کر گئے۔ خانہ جنگی خلل امن کے تباہ کن حادثات قتل لوٹ مار کے ہنگامے ظہور میں آئے۔ اس کارروائی سے برافروختہ ہوکر سلطان حسن شاہ نے ملک احمد ایتو کو معہ خویش و اقارب قید کر دیا۔ اور سید حسن بیہقی کے لیئے جو کہ اس سازو باز میں شریک بلکہ محرک تھا۔ جلائے وطنی کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ آپ دہلی میں جاکر سید ناصر الدین بیہقی اپنے والد ماجد کے پاس مقیم رہا۔ تھوڑا عرصہ گذر کر رشتہ داری کی رعایت سے سلطان حسن شاہ کو مجبور کیا۔ کہ وہ واپس بلایا۔ وہ بھی واپس آکر کشمیر میں کیا دیکھتا ہے۔ کہ سلطان حسن شاہ عیش و عشرت کے جال میں زیادہ سے زیادہ پھنس گیا ہے۔ انتظامی حالات میں بے حد ہلچل کھلبلی پیدا ہوئی۔ خاص و عام لوگوں کے دل و دماغ کا پریشان پیش نظر تھا۔ تو ملک کی تنظیم کے سارے اختیارات کا قبضہ خاص رشتہ داری کے باعث یا اپنی ذاتی قابلیت کے لحاظ سے آپ نے اپنی

ہاتھ میں لے کر یہ کام کیا۔ کہ سلطان حسن شاہ کو قدیمی اہل دربار عہدہ داروں
کے ایک بڑے گروہ سے بدظن کر دیا۔ اور بعض امارت پسند اشخاص کے قتل
بلکہ بعضوں کے لئے جلائی وطنی کا حکم صادر فرمایا۔ چنانچہ تازی بٹ وزیر
افواج بھی اسکی جابرانہ غالب سلوکی سے نہ بچ سکا۔ اور قید ہو گیا۔ ایسطرح
جہانگیر ماگرے رئیس الملک نے بھاگنے کا راستہ اختیار کر کے لہرکوٹ میں
پناہ لے لی۔ آخرکار سلطان حسن شاہ نے عیاشی اور شراب نوشی کے کثرت کے
باعث مرض اسہال میں مبتلا ہو کر سنہ ۸۹۲ھ میں انتقال کیا۔ ہرچند کہ اپنے
بیماری کے دنوں میں سید حسن بیہقی کو اپنے پاس بلایا۔ اور یہ وصیت
کی تھی۔ کہ میری وفات کے بعد چونکہ میرے ذاتی اولاد یعنی محمد شاہ کی عمر
نہایت ہی چھوٹی ہے۔ بہرام خان کے بیٹے یوسف خان یا ادہم شاہ کے بیٹے
فتح خان کو حکومت کے تخت پر بٹھائے۔ مگر سید حسن بیہقی نے اپنی فراست وجاہت
اور جبروت بلکہ طبعی جدت سے کام لیتے ہوئے محمد شاہ اپنے دختر زادے کو
باوجود اسکے کہ اسوقت اُس کی عمر سات سال سے زاید نہیں تھی۔ حکومت کے
تخت کا قابض بنایا۔ خود سب کے سب ملکی انتظامات کا متکفل رہا۔ اپنے رعب و
داب کا اسقدر سکہ جمایا۔ کہ دیگر ارکان سلطنت کو اسکی اجازت کے بغیر سلطان
محمد شاہ کی ملاقات نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔ متشددانہ اس روش کا نتیجہ
یہ ہوا۔ کہ سلطنت کے قدیمی تعلقدار عہدہ داروں کی بڑی جماعت خود غرض
مدارالمہام سید حسن بیہقی کی تخریب کی تحریک میں پڑی۔ اور جموں کے راجہ سے
جو کہ تاتار خان لودھی کے خوف سے کشمیر میں پناہ گزین ہوا تھا۔ خفیہ سازو
باز کا مشورہ بلکہ شمولیت کی امداد لے لی۔ ایکدن رات کو باغ نوشہرہ کے شاہی
محلات راجدہانی میں سید حسن کو چالیس اور سادات کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے
کر دیا۔ بیہقی سادات کی وقعت بگاڑ دینے میں کوشاں رہے۔ محلہ نوشہرہ میں
نشری بٹ کی دوکان سے تھوڑے فاصلہ پر گذر کر برسر راہ ایک محدودہ قبرستان

موجودہ ہے۔ جس میں سید حسن بیہقی مدفون ہے۔ سید محمد بیہقی آپکے
خلف الصدق ہیں۔ جو کہ علم و عمل کے علاوہ زمانہ شناسی سیاسیات میں بھی
بڑا ماہر تھا۔ سلطان محمد شاہ کے زمانے میں شاہی درباریوں کے گروہ میں
ایک خاص مدت تک شامل رہا۔ چنانچہ اپنے والد ماجد سید حسن بیہقی کے
شہادت کے بعد یہ کام کیا۔ کہ شوریدہ سروں کے ایک بڑے گروہ خصوصاً
سید علی خان جیسے چالاک ہوشیار انقلاب پسند شخص کو اپنے ساتھ
متفق متحد بنا کر اپنی جبروت اور حریت پسندی کا سکہ جمایا۔ چنانچہ
سید حسن بیہقی اپنے والد ماجد کی مخالف پارٹی کی سرکوبی کا جوش و خروش
برپا کر دیا۔ تباہ کن خونریز لڑائی بھی کی۔ مگر خطرناک ایک انقلاب پیش آیا
کہ ملک کے تمام باشندے اٹھ کھڑے ہو کر لوٹ مار غارت تاراج کے مشغلے میں
پڑے۔ چوروں چکاروں کو بھی خوب موقعہ مل گیا جس کے گھر میں جی چاہتا
گھس جاتے۔ اور خورد برد کر کے چلے جاتے۔ لیکن بیہقی سادات کے فلک نما
بلند تعمیرات اور ان کی ساری جایداد اسوجہ سے محفوظ رہی۔ کہ انہوں نے
اپنے مکانات کے ارد گرد خندق بنوایا لئے تھے۔ اور نگہبانوں کا انتظام
باضابطہ تھا۔ مخالف پارٹی کے جنگجو ہراول فوج جہانگیر ماگرے کے بیٹے
داؤد ماگرے نے اپنی جان سے ہاتھ دھویا۔ اور دوسرے بہادر رفیق
ماگرے کو مجبور ہو کر بھاگنا پڑا۔ دونوں بہادروں کی مفارقت نے بیہقی
سادات کے طبقے کو بڑا حوصلہ پیدا کر دیا۔ اور کامیابی کی امید پہ
آگے بڑھ گئے۔ چنانچہ مخالف پارٹی کے سو دو سو نہیں۔ بلکہ ہزاروں نفوس
کے مقتول سروں سے۔ دوسروں کو عبرت دلانے کیلئے ایک مینار تیار کر دیا۔
فاتحانہ صورت میں انتقام کے جذبہ پہ کھڑے رہے۔ ایک ہفتہ ابھی نہیں
گذرا تھا۔ کہ حالات میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ کہ فوج کے کثیر التعداد
افراد کی طبیعتیں منحرف ہو گئیں۔ اور بڑے بڑے سرداروں نے بھی ایسے

جبروت والے بیہقی سادات کے زیر اثر رہنا پسند نہیں کیا۔ سلطان محمد شاہ کو مجبور ہو کر چپ چاپ رہنا پڑا۔ ان باتوں نے فوج اور مخالف پارٹی کے جنگی آدمیوں میں ایک خاص قسم کی آزادی خود مختاری کا دغدغہ پیدا کر دیا ہلچل مچائی۔ لوٹ مار آتشزدگی کے بازار کو بخوبی رونق دیدیا۔ عوام الناس کی اس ہیجان نے بیہقی سادات کا بڑا طبقہ بھی مضطرب الحال بنایا۔ سید محمد بیہقی جس کی عمر اسوقت سترہ سال کی تھی۔ کسی فقیر کے ہاں چھپ رہا۔ باقی اقوام کے سرگروہ بلکہ سادات کے خاص خاص اعیان بھی تتر بتر ہو کر قتل کئے گئے۔ سلطان محمد شاہ کو مجبورانہ صورت میں بھاگ کر نوشہرہ پنجاب میں رہنا پڑا۔ سلطان فتح شاہ ملک کشمیر کی حکومت کا قابض رہا جسکے ماحول اہلکاروں کی ابتدا سے بھی کوشش رہی۔ کہ بیہقی سادات کا نام و نشان مٹ جائے۔ مگر اپنے قریبی رشتہ دار سلطان محمد شاہ کو مستقل حاکم بنانے کے درپے رہے۔ اپنی عزت ذاتی وجاہت یا خاندانی شرافت کی کچھ پرواہ نہیں کی۔ لگاتار مقابلے پہ کھڑے ہوگئے۔ کشت و خون کا انقلاب پیدا کر دیا۔ حتٰے کہ سلطان محمد شاہ کو حکومت کے تخت کا قابض بنایا۔ اسی اثنا میں میر شمس الدین[1] عراقی امامیہ مذہب کے پہلے مبلغ نے یہاں آکر

[1] میر شمس الدین عراقی سیر گر کشمیر میں دو دفعہ آیا ہے تمام صوفی سادات اور مشکوک النسب چلالی منسبین میر شمس الدین عراقی کی سیادت و خاندانی شرافت سے قطعاً انکاری ہیں۔ چنانچہ سادات سیادت میں تفصیلاً مذکور ہے۔ سرزمین کشمیر کے مسلم باشندوں کو ایک عرصہ ہو گئے کہ انہوں نے بارہا تباہ کن بڑے بڑے صدمات اٹھائے ہیں۔ لیکن ۸۹۲ھ سے لیکر ۹۴۷ھ تک جس زور و غلبہ ظالمانہ تعصبات مظالم و مفاسد کی انکو ٹکر لگی ہے۔ وہ ہر حال میں ناقابل برداشت تھی۔ کیونکہ میر شمس الدین اپنے امامیہ مذہب کی باتوں کے پھیلانے اور اہلسنت کے بڑے بڑے مشاہیر کشمیر کو اپنے ایجاد کردہ مذہب کی اتباع میں لانے کی کوشش میں پڑا۔ یہاں تک کہ حکومت بھی جاہل امامیوں کے ہاتھ میں آگئی۔ غیر امامیوں کے ستانے میں مختلف ذرائع سے بڑی جدوجہد ہونے لگی۔ مگر خدا کی رحمت جوش میں آگئی۔ کہ حضرت سلطان العارفین نے روحانی توجہات عام تبلیغات سے کام لیا۔ حنفی مذہب کے ہدایات سلوک تصوف۔ سنت وحدت کی تبلیغ کی۔ شہر و دیہات میں بٹھے کر دور سے دورہ کیا۔ اسلام کی ایسی مخلصانہ خدمت کی۔ کہ اہل بدعت کے آثار۔ اور انکی کوششوں کا نتیجہ فی الفور مٹ گیا۔ بے نام و نشان رہا۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے۔ مگر اہل تشیع امامیوں نے آج تک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں کی ہے۔ جو کہ تاریخی واقعات تذکرہ نامجات کے انکشاف کی متکفل ہو۔ صرف سنی ستائی باتوں اور قیاسات غیر مصدقہ سے کام لیتے ہیں۔

بود و باش اختیار کی۔ اور اپنے ذاتی امامیہ مذہب کی باتوں کو فروغ دے دیا
چنانچہ ملک موسی رینہ کاجی چک۔ غازی خان چک بابا علی نجار شیخ حسین
جڈی بلی جیسے اہل دنیا مشاہیر کشمیر کو اپنا معتقد بنایا۔ سید محمد بیہقی کو
ان باتوں کی اطلاع پاتے ہی میر شمس الدین عراقی کے نکالدینے کا حکم نافذ کرنا
پڑا۔ چنانچہ وہ سکردو کی طرف نکالا گیا۔ یہ حکم میر شمس الدین کے اجارہ
اصحاب کو از بس ناگوار گذرا۔ برانگیختہ ہوکر سلطان فتح شاہ معزول بادشاہ کو
جوکہ پنجاب میں پھرتا تھا۔ نام و پیام بھیجا۔ کہ فوراً آنا چاہیئے۔ حکومت کے
تخت کو قبضہ کیجئے۔ سلطان فتحشاہ بھی دوڑکے آیا۔ سلطان محمد شاہ کے
مقابلے پر ٹھہر رہا۔ سید محمد بیہقی نے بہادرانہ حیثیت سے میدان میں
آکر خونریزی جوانمردی کی داد دیدی۔ دوسرے دن قریب تھا۔ کہ سلطان
فتحشاہ مغلوب ہوکر فرار کی راہ اختیار کرے۔ لیکن عین وقت پر مشیت
ایزدی نے سید محمد بیہقی کی زندگی تمام کردی۔ اور وہ اجل رسیدہ
جبکہ وہ دشمن پہ پڑے۔ بڑے جوش و خروش سے حملہ آور ہو رہا تھا۔ اچانک
گھوڑے سمیت ویران کوئیں میں جو کہ کہیں میدان جنگ میں واقع تھا۔ گرگیا
آپ کے ہمراہی اس بیٹے کو کنوئیں سے نکال لینے کے لیے پہنچ گئے۔ لیکن غنیم نے ایک
بارگی حملہ کرکے سب کو گھیر لیا۔ اسی طرح سید محمد اور اسکی جماعت کو
چاہ عدم میں ڈالدیا۔ اس معرکہ میں محمد شاہی فوج کے ایکہزار سات سو جانباز
سپاہی کام آئے ہیں۔ سید محمد بیہقی کے اقربا نے اسکی لاش کوئیں سے
نکالکر سلطان زین العابدین کے مشہور مزار سلاطین میں دفن کردی۔

مخالف پارٹی کے سرغنوں نے سید محمد بیہقی جیسے چالاک کارکن شخص
بہادر کے انتقال کا واقعہ دیکھا۔ فتحمندی کی مسرت کا اظہار کیا۔ چنانچہ
ملک شمس چک ایک زبردست سرغنہ نے ادھر ادھر پھرتے ہوئے سید محمد بیہقی کا
مکان جو کئی سال کے بعد بصرف زرکثیر حال ہی میں تیار ہوا تھا۔ اس نے جلواکر اسکے

نقش و نگار اور سوق رواق تمام خاک میں ملا دئیے۔ اس عالیشان محل کی ویرانی
میں عوام کے دلوں میں سخت چوٹ لگائی۔ اور انہوں نے اس عبرتناک واقعہ کی
یادگار میں بزبان کشمیری دلسوز اشعار موزون کئے ہیں۔ اس انقلاب کے بعد
سید محمد بیہقی کے تین بیٹے موضع سوبہ گام میں بہرام خان کے گھورہ گیر تھے
جو کہ اپنے مخالفوں کی کثرت دیکھکر فرار ہوگئے۔ منجملہ اُن کے سید مرتضےٰ بیہقی کو
دشمنوں نے تبت کے پہاڑوں سے گرا کر مارا۔ دوسرا لڑکا سید ابراہیم
علاقہ تبت میں گرفتار ہوکر قید ہوگیا۔ اور اڑھائی سال کے بعد قید خانہ سے
مخلصی حاصل کرکے سلطان محمد شاہ کے پاس نوشہرہ پنجاب جا پہنچا۔ تیسرا
سید یعقوب عالم طفولیت میں اپنی شیر مادر کی حفاظت میں دشمنوں کے
شر سے محفوظ رہا۔

سید محمد بیہقی کی وفات کے بعد سید ابراہیم نے سلطان محمد شاہ
سلطان ابراہیم شاہ سلطان اسماعیل شاہ کے زمانے میں سیاسیات پولیٹیکل تاریخ میں
بہت بڑا نام پیدا کیا۔ متواتر لڑائیوں میں جو کہ سلطان محمد شاہ اور سلطان فتحشاہ
کے فیمابین واقع ہوئی تھیں۔ بہادری کا حصہ لے لیا۔ چنانچہ کامل شجاعت
جوانمردی کی داد دیتے ہوئے فتحشاہ کا حملہ نہایت ہی کمزور کر دیا۔ اور پایانیل مرام
سرزمین کشمیر سے نکال دیا۔ سلطان محمد شاہ نے اپنے بہادر سپہ سالار
ابراہیم خان کی بہترین خدمات کا اعتراف کرکے خان کا خطاب عطا کر دیا۔ متعدد
دیہات کی جاگیرات کا عطیہ دے دیا۔ علاوہ اسکے سلطان اسماعیل شاہ کے عہد
حکومت میں ملک کی تقسیم تین حصوں پر ہوگئی۔ ایک حصہ کا مالک سلطان اسماعیل شاہ
رہا۔ دوسرے حصہ کا قبضہ ملک کاجی چک مدار المہام نے لے لیا۔ تیسرے
حصے پر سید ابراہیم خان بیہقی قابض ہوگیا۔

چک خاندان کے متعدد بادشاہوں کے عہد حکومت خصوصًا علی شاہ چک کے
زمانے میں سید ابراہیم خان کے بیٹے۔ سید مبارک خان نے بڑا رسوخ پیدا کیا

چنانچہ شاہی اہل درباروں کے قابل قدر مخصوص زمرے میں اپنے آپ کو شامل کر دیا۔ اپنی ذاتی جبروت کا جوہر دکھایا۔ مگر یوسف شاہ چک کی بدکرداریو اور بے اعتدالیوں نے چونکہ ملک کے انتظامات میں خلل پیدا کرکے بدامنی پھیلادی تھی۔ کیونکہ وہ عیش و عشرت سیر و سیاحت اور ساز و سرود کا دلدادہ بلکہ حبہ خاتون جیسی خوبصورت شکیل عقیل عورت کی صحبت کا لذت چشیدہ تھا۔ یہ وہ وجوہات ہیں۔ جنہوں نے سید مبارک خان کو شاہی درباداری سے دست بردار ہوکر خانہ نشینی پر مجبور کر دیا۔

محمد بٹ ایک وزیر نے سید مبارک خان کی جگہ لے لی۔ مگر فتنہ فسادات اور ہنگامہ آرائی نے ملک کی فضا مکدر کی۔ تباہی ہوئی حرب و ضرب کا انقلاب رونما ہوا۔ اہل الرائے مدبرین کی تحریک و ترغیب کی بنا پر سید مبارک خان کو باہر آکر جنگ و جدال میں شامل رہنا پڑا۔ چنانچہ آپ کی شمولیت کی اطلاع شایع ہوتے ہی یوسف شاہی بہادروں کو تین حصے ہوگئے۔ ایک بڑا گروہ قتل میں آگیا۔ دوسرے گروہ نے بھاگ کر اپنے آپ کو چھپایا۔ تیسرے حصے کے سارے افراد سید مبارک خان کے حلقۂ اطاعت میں آگئے۔ یوسف شاہ مایوس ہوکر تاج شاہی سید مبارک خان کو سپرد کیا۔ اور خود کوہستان کی طرف نکل گیا۔

ماہِ صفر کی تیرھویں تاریخ تھی۔ کہ اہل دربار کے بڑے بڑے سرداروں۔ خصوصاً علی خان چک لوہر خان چک جیسے مقتدر قومی عہدہ داروں کے الحاح ابرام کی بنا پر سید مبارک خان بیہقی نے طوعاً و کرہاً حکومت کشمیر کے تخت پر توقف فرمایا۔ ایک ساعت کے بعد نیکدل سید مبارک خان جلوت سے خلوت میں آگیا۔ اور تاج شاہی کو سامنے رکھکر کہنے لگا۔ کہ ای نفس شوم جاہ و حشمت دنیا را ہیچ اعتبارے نیست و حصول این مرتبہ موجب عجب مکر سازی کہ در حقیقت ازان لہو چیست؟

سید مبارک خان بیہقی

شعر

جہان و کارِ جہان جملہ ہیچ در ہیچ است ۔ ہزار بار من این نکتہ کردہ ام تحقیق

یہ کہکر پھر مسندِ شاہی پہ بیٹھا - تاج شاہی جو کہ سلطان زین العابدین بڈشاہ کے عہد سے مرصع مکلل اور مطلا چلا آیا تھا - توڑ پھوڑ کر فقراء مساکین میں تقسیم کر دیا - اور خود معمولی لباس میں کاروبارِ سلطنت انجام دینے لگا بعض جور و بدعت ظالمانہ مقامی جو کہ عہدِ چکان سے رواج پا کر بدستور چلے آتے تھے برطرف کر دئے - اور وقت کے ضرورت کی منشا کے مطابق عدل و انصاف سے حکمرانی کا فریضہ بجا لایا -

چکوں کی زیادتیاں اسے مرغوبِ خاطر نہ ہوئیں - اور وہ انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھنے لگا - جس سے کہ اکثر امراء کشمیر سید مبارک خان سے منحرف ہو گئے - یوسف شاہ چک کو تسخیر کشمیر پہ آمادہ کر کے تام و پیام بھیجدیتے رہے سید مبارک خان چکوں اور شیعہ مذہب کے پیروں کی چالبازیوں سے مطلع ہو کر حکومت سے بیزار ہو رہا تھا - اس نے داؤد میر ایک رئیس القوم کو یہ خط لکھکر دے کر یوسف شاہ کے پاس بھجوایا - مضمون خط یہ ہے -

شہا فقر و فنا از ما و ملک و عز و جاہ از تو
کہ دنیا را وفائی نیست خواہ از ما و خواہ از تو

دنیا ناپایدار است و ایام دنیا غدار اگر دیدار یکدیگر حاصل شود موجبِ صلاح و فلاح جانبین است -

یوسف شاہ نے ابدال خان ایک مغرور جاہ جو افسر کے مشورہ کے مطابق یہ جواب لکھا - اور سید مبارک خان کے پاس بھیجدیا -

خان راندانیم ازین گفتگو ۔ چہ باشد غرض باشہ صلح جو
بما از ضرورت صفا میکند ۔ نہ از مہر بل از دغا میکند
ببیند اگر سیف ما را بخواب ۔ شود زہرہ اش آب از اضطراب

گستاخانہ جواب بھی غیر مطمئن تھا۔ دوسری طرف حیدر خان چک شنکر خان چک لوہر چک لور دوز چک شمسی چک کوپوارہ وغیرہ جیسے شوریدہ سر افسروں نے سید مبارک خان کی مخالفت پہ کمر باندھے ہوئے یوسف شاہ چک معزولی بادشاہ کو سرزمین کشمیر کی تسخیر کی تحریک کی۔ اور عریضہ میں یہ لکھا۔

افسوس کہ در بتیم دتا ہیم ہمہ   سرگشتہ لفکرہ ناصوابیم ہمہ
در پردۂ ظلمت ہمچو ماہیم ہمہ   در گردۂ خویش در عذابیم ہمہ

ابھی یوسف شاہ چک بمقام نزول لام دافعہ یوہ سر راستہ میں تھا۔ کہ فساد پیشہ غرض مند سرداروں نے شنکر چک کے بیٹے لوہر خان چک کی حکومت کا اعلان کیا۔ سید مبارک خان نے نفاق پسندوں کی مفسدانہ سازش کی اطلاع پا کر بابا خلیل شیعہ کے گھر میں جو کہ بابا پورہ ضلع نوکدل میں خانقاہ سوختہ کے پاس واقع تھا۔ آ کر یہ کام کیا۔ کہ تاج شاہی بابا خلیل کو حوالہ کر دیا۔ تاکہ لوہر خان چک کے سر پر رکھے۔ تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ گذرا۔ کہ یوسف شاہ چک نے حکومت کا قبضہ لے کر یہ پالیسی اختیار کر لی۔ کہ سید مبارک خان کے دولتخانے پر وقتاً فوقتاً آ کر ملکی انتظامات کا مشورہ لیتا تھا۔ اور محبت و اتحاد کا رابطہ ایسا پیدا کر دیا۔ کہ اپنی لڑکی بھی آپ کے بیٹے سید ابراہیم خان کے عقدِ مواصلت سے نامزد کر دی۔

چک خاندان کی حکومت کے خاتمہ پر کشمیر کی عملداری مغلیہ خاندان سے اکبر جلال الدین کے قبضہ میں آئی۔ میرزا قاسم خان میر فاتحانہ صورت میں یہاں آیا اور حکومت کا فریضہ ادا کرتا رہا۔ اولوالعزم اہل الرائے امرا کے خاص خاص افراد کو جس میں سید مبارک خان بھی شامل تھے مصلحت وقت سوچ کر اکبر جلال الدین کے حضور میں بھجوا دیا۔ جس نے شاہی مراحم انعامات سے منور و مسرور کر کے ظل عاطفت میں لے لیا۔ چند ماہ گذر جانے کے بعد اکبر جلال الدین کی

کانوں تک یہ اطلاع تحریری آ پہونچی - کہ سرزمین ہذا میں ابھی بدامنی اور فتنہ و
فسادات کے پورے آثار موجود ہیں - بڑی امداد کی اشد ضرورت ہے -
اکبری دربار میں یہ فیصلہ ہوا کہ سید یوسف خان رضوی مشہدی پچیس ہزار
جدید سوار کے ہمراہ وہاں جائے - اور سید مبارک خان بھی شامل رہے -
چونکہ فتنہ و فساد کے انسداد میں سید یوسف خان کو امداد دینا ہے - سید
مبارک خان نے اس امر کو قبول نہیں کیا - سرزمین کشمیر کے مفسدہ پرداز حکومت
کی خطرناک انقلابات مد نظر رکھتے ہوئے یہاں آنے سے مطلقاً انکار کیا - مگر اکبر
جلال الدین نے آپ کی تدبر حکمت عملی اور زمانہ شناسی پر نظر کر کے آپ کو
بنگالہ کی طرف بھیج دیا - چونکہ وہاں کے حاکم نواب شاہباز خان بھی روگردان
ہوا تھا - نواب شاہباز خان کی تنبیہ و تدارک کا معاملہ طے کرنا سید مبارک خان
ہی کے بغیر ناممکن تھا آخر الامر سید مبارک خان نے منظور فرمایا - بنگالہ کی راہ لے لی
مگر فیروزپور کے حدود میں پہونچتے ہی آپ کی وفات کا واقعہ ظہور میں آیا -
تاریخ ہوئی :-

میر مبارک ضمیر صاحب سریر ——— بہر کشمیر از صفا کرد شہادت
کرد چو عزم جہاں یافت جنت آنکہ ——— سال آن فاتح جہاں گفت خرد شہید جنت ۹۹۹

یہ تذکرہ اگرچہ مختصر کیوں نہ ہو - اگر اس بات کا اندراج نہیں کیا جائیگا -
ناممکمل رہیگا - کہ سید مبارک خان شاہانہ دربارداری دنیاوی تعلقات
حاکمانہ اقتدار کے علاوہ روحانی تعلیمات کے اخذ و اکتساب کی اہمیت کو
محسوس کر گئے - جناب سلطان العارفین شیخ حمزہ کی خدمت میں آیا
اور حق و حقیقت شناسی کے فیض و برکات کا لطف آمیز حظ اٹھایا - یہاں تک کے
اپنے نورانی قلب کو ایسا صاف بنایا - کہ دنیا طلبی دربارداری اور حکومت کے
غرور کو مطلقاً چھوڑ دیا -

ساتھ ہی یہ بھی لکھنا ضروری ہے - کہ ابرار الاخیار کے مصنف کا آپ کے

تذکرے میں یہ نوٹ درج کرنا {تا اینجا نسب نامۂ سادات بیہقی موجب کتاب آئینہ}
آبندہ مطلق خبر افواہ کی} بظاہر حقیقت شناسی پہ مبنی نہیں ہے کیونکہ اسرار الاخیار
کے مشہور مصنف ہی نے اپنی مصنفہ تاریخ کی دوسری جلد میں یہ درج کیا ہے۔
کہ سید مبارک خان بیہقی کے بیٹے کا نام سید ابراہیم خان تھا۔ علاوہ اسکے
اسرار الاخیار ہی میں جبکہ جناب میر عبدالرشید بیہقی کے نسبی شجرہ کے اسماء
درج کیئے گئے ہیں۔ میر مبارک خان کے بیٹے سید ابراہیم خان اور سید
ابراہیم خان کے بیٹے بلکہ اُن کے پوتے کے نام بھی اُس میں درج ہوئے ہیں
مختصر کہ متعدد کتابیں دائرے اور شجرے اور پرانے نسب نامے بلاحظہ میں
آگئے ہیں۔ ہر ممکن حد تک تحقیقات کی گئی۔ باضابطہ تحقیقات کا نتیجہ یہ ہے
کہ سید مبارک خان کی ذریت موجود ہے۔ مزید تنقید و تبصرہ کرنے کی ضرورت
نہیں رہی۔ اب افواہ کی حیثیت سے جو نوٹ لکھنے میں آگیا ہے۔ وہ مؤرخانہ

ء تحفہ محبوبی میں جو کہ ایکدو سال سے تصنیف ہو کر طباعت کے ذریعہ سے شایع ہوئی ہے۔ آپ کے
مفصل حالات قلمبند کئے گئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ آپ چندر ونسی راجپوت شاہی خاندان سے نسبًا
تعلق رکھتے ہیں۔ علاقہ ڈینہ گیر موضع بھیر کے مشہور خاندانی جاگیردار بابا عثمان رینہ آپکے والد ماجد ہیں
جو کہ ایک ہی محترم مخبر خلار سید صاحبزادے چھوڑ کر اپنی مقبوضہ قدیمی جاگیر کے مقام بیتھک میں
انتقال کر گئے ہیں۔ "خاص دہر" جناب حضرت سلطان کی ولادت کی تاریخ بیان کیجاتی ہے۔
"محمد دم مرحوم" سے آپ کی وفات کی تاریخ نکالتے ہیں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ بابا علی رینہ اور بابا جلی
ڈنگ شوکی۔ ابہ دونوں بزرگ حضرت سلطان کے ارادتمندوں کے بڑے زمرے میں شامل تھے
جن کی اولاد در احفاد ایک خاص عرصہ سے اپنے آپکو زیارتگاہ کے مجاور خدام تصور کرتے ہیں۔
جناب مخدوم سید جلال الدین بخاری دہلوی متوفی ۹۴۸ھ حضرت سلطانؒ کے
پیرو مرشد تھے شیخ الاسلام بابا اسماعیل کبروی اخوند ملا لطف اللہ بابا فتح اللہ خوشحال
کے حضور میں فنا فی اللہ ہو کر آپ نے صوفیانہ روحانی تعلیمات کا کافی فیض حاصل کیا۔ جناب رسول
مقبولؐ صحابہ کرام اولیاے عظامؓ کی باطنی روحانی مدد شامل حال رہی۔ زیارتگاہ کے
مجاور خدام کے بڑے کارناموں اخذ ناجایز استحصال بالجبر کا تذکرہ جنۃ الدنیا میں مذکور ہے

محققانہ حیثیت کا کوئی اصول پیشِ نظر رکھکر نہیں لکھا گیا ہے۔
دوائر الانساب میں مذکور ہے۔ کہ سید مبارک خان بیہقی کے پانچ بیٹے موجود تھے۔ ان کے نام یہ ہیں۔ سید ابراہیم خان۔ سید جلال الدین سید محمد درویش۔ سید شاہ ابوالمعالی۔ سید حیدر خان۔

سید ابراہیم خان اپنی مقبوضہ جاگیرات میں جو کہ موضع نیوہ میں واقع تھے۔ سکونت رکھتے تھے۔ سید محمد درویش نے زاہدانہ زندگی اختیار کی گنڈ بامراد پرگنہ دیوہ سر میں آپ نے توقف فرماکر ایک بڑی مسجد بنوائی ہے مسجد میں خلوت بیٹھکر روحانی مشاغل کا کام انجام دیدیا۔ چنانچہ اپنی تعمیر کردہ مسجد کے صحن میں مدفون ہیں۔ سید حیدر خان جناب قطب العالم کے محدود مزار میں دفن کئے گئے ہیں۔

یوسف شاہ چک مشہور فرمانروائے کشمیر کے کارنامے ملحوظ نظر ہیں جس میں اس بات کا تذکرہ پایا جاتا ہے۔ کہ یوسف شاہ نے جو کہ حد سے زیادہ عیاش آزاد طبع عشرت پسند تھا۔ دریا سے کٹہ کول کے کنارے پر ایک بڑا باغ بنوایا۔ جس کی حدود ایک طرف سے دریائے بہت کے کنارے تک دوسری طرف سید مبارک خان کے فلک نما تعمیرات باغات کے قریب جوار سے ملتے ہیں یوسف شاہ چک کی باجبروت حکومت کی مدت تقریباً ساڑھے تین سال تک برقرار رہ چکی تھی۔ جس کی عملداری بظاہر اہلسنت کے لئے چنداں مفید ثابت نہیں ہوئی ہے۔ مگر وہ جناب شیخ بابا داؤد خاکی رح سے آمد و رفت کا تعلق رکھتا تھا اسلئے دیگر چک خاندان کے متعصب عمال کے مانند نہیں تھا۔ یعقوب خان چک کے زمانہ میں میر احمد علی بخاری بدشاہی کے خاندان میں سے بقیۃ السلف قاضی القضاۃ میر موسیٰ شہید کو اس وجہ سے مظلومانہ صورت میں شہید کئے گئے ہیں کہ وہ تمام مسلم سنی رعایا کو تحریراً فتوئی دیکر مجبور کرے۔ کہ نماز پنجگانہ کی اذان میں علی ولی اللہ کا فقرہ بڑھا کر پڑھیں۔ مگر قاضی القضاۃ نے

اسلامی حریت پسندی اور مذہبی تقلید کی بنا پر منظور نہیں کیا ہے۔ بلکہ اعلانًا برسر دربار انکار کر دیا۔ غرض یہ وہ زمانہ تھا۔ جبکہ امامیہ لوگوں نے جبر و استبداد سے کام لے کر اپنی مذہبیات اور رسومات کی عام نشر و اشاعت میں کوشش کی۔ سید ابراہیم خان نے یہ حال دیکھکر نیوہ پرگنہ شراط کے علاقہ میں اپنے آپ کو چھپایا۔ یاد خدا میں مصروف رہا۔ سید شاہ ابو المعالی خان سپہ سالار سید مبارک خان کے دوسرے بیٹے تھے۔ جنہوں نے اپنے والد ماجد کی نعش فیروز پورہ سے لائی۔ اور قطب العالم کے مزار کلان میں سپرد خاک کی۔ سید محمد باقر اور ان کے خلف الصدق میر محمد فاضل دونوں بزرگ موضع نیوہ میں مدفون ہیں۔ جس کی نسبت تاریخی یہ روایت بیان کیجاتی ہے۔ کہ وہ میر مبارک خان بیہقی کی ذریت سے ہیں۔

تقریبًا سب کے سب مسلم باشندگان کشمیر کو علم حاصل ہے۔ کہ جناب محبوب العالم مخدوم شیخ حمزہ کے خاص باختصاص خلیفہ جناب بابا داود خاکی کو اپنے زمانے کے بابرکت مشاہیر کشمیر نے امام اعظم ثانی شیخ المشائخ کا خطاب دیدیا ہے۔ جس کے بے شمار خلفا میں سے ابو الفقرا بابا نصیب الدین غازی بھی ایک خلیفہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ سید ابراہیم خان کے پوتے سید احمد بیہقی نے ابو الفقرا بابا نصیب الدین کی خدمت میں حاضر ہو کر زانوی ادب تہ کیا۔ سلسلہ سہروردی کے ہدایات کی اجازت حاصل کی۔ بعدہٗ شیخ شمس الدین بیجبارہ کے جانشین سید جعفر سہروردی کے پاس آمد و رفت کا تعلق پاکر باقی تعلیمات کے اخذ و اکتساب میں مشغول رہے۔ موضع نیوہ میں آپ کی سکونت کا مقام تھا۔ میر ابو الحسن قادری کے بیٹے میر ابو الفتح قادری دداز کی صاحبزادی سے آپ نے شادی کی۔ آپ کی عمر تقریبًا چالیس سال کی منزلیں طے کر چکی تھیں۔ جبکہ سرزمین کشمیر میں اورنگ زیب عالمگیر شاہ کی عملداری اور ابو نصر خان ناظم کشمیر کی جبرو تعدی والی نظامت کا دور دورہ تھا۔ وہ فرزند خداوند

خداوند تعالٰے نے عطا فرمایا۔ جن کا نام انہوں نے عبدالرشید رکھا۔ یہی مولود مسعود بڑے ہو کر ابو الوقت قطب العالم ابو عبداللہ کے لقب اور صفتی معنی کے اعتبار سے مشہور ہوئے۔ تاریخ ہوئی۔ "ولیِ خدا مجتبےٰ" ۱۱۰۶

بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ کی پیدائش موضع نیوہ میں ہوئی ہے۔ جہاں کہ آپ کے والد ماجد بلکہ سب کے اسلاف چند پشتوں سے بسر اوقات کیا کرتے تھے مبدأ فیاض سے جن خوش نصیب لوگوں کو غیر معمولی دل و دماغ عطا ہوئے ہیں۔ اُن کے آثار و علامات بچپن ہی سے ظاہر ہونے لگتے ہیں۔ گو اُن کو اور کسی کو یہ علامات معلوم نہیں ہو سکتیں۔ مگر قدرت دیکھتی ہے۔ بلکہ اُن کی حفاظت و نگہداشت رکھتی ہے۔ اور اسکی منتظر رہتی ہے۔ جب وہ غیر معمولی دل و دماغ بچپن کی منزلیں طے کر کے زمانہ علم و عمل میں قدم رکھتا ہے۔ ایسے ہی خوش نصیب لوگوں میں جناب میر عبدالرشید بیہقی تھے۔ جنکو بچپن ہی سے عام ہمعمر لوگوں کے ساتھ کھیلنے میں یا تضیع اوقات کرنے میں مطلق توجہ و رغبت نہیں تھی۔ لڑکپن کی باتوں سے بے تعلق رہے۔ البتہ تعلیم کی ضرورت تھی صحیفۂ اقدس کتاب اللہ سے فارغ ہو کر دینی تعلیم کیطرف توجہ کی۔ بقدر ضرورت اس میں کمال حاصل کیا۔ اسوقت آپ کے شباب کا آغاز تھا۔ میر احمد بیہقی اپنے والد ماجد کے آغوش تربیت میں آگیا۔ نسبت آگاہی حاصل کی۔ دنیاوی تعلقات سے ہاتھ دھویا۔ علیحدگی تنہا نشینی اختیار کی۔ چرار شریف کے آس پاس تشریف فرما ہوئے۔ باران سال کی طویل مدت تک موضع چاڈورہ میں مقیم رہے۔ حضرت رسولِ مقبول صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اولیائے کرام خصوصاً محبوب سبحانی رض اور خواجہ بزرگ رض وغیرہ کے ارواح طیبہ نفوس قدسیہ کے برکات سے وقتاً فوقتاً بہرہ اندوز ہوئے تھے۔ غرض مرشدِ کامل کی تلاش میں پڑے۔ نفس شہر میں تشریف لے آئے۔ اپنے مشہور اسلاف کے دولتخانہ کے آس پاس مقیم رہے۔ باوجود اسکے کہ اس زمانے میں خاص خاص خدا رسیدہ

مشایخ اولیا صفحۂ روزگار پر موجود تھے۔ مگر آپ نے ایک ایسے تقدس مآب
روشن ضمیر بزرگ کے حضور میں آکر اپنی ارادتمندی کا اظہار کیا۔ جو کہ قادریہ
نقشبندیہ چشتیہ کبرویہ سہروردیہ پانچ سلاسل کی سالکانہ تعلیمات و
ہدایات کے سرچشمہ تھے۔ وہ ملا محمد طاہر مفتی کے صاحبزادے شیخ محمد مراد
ٹنگ ہیں۔ جس نے سنہ ۱۰۵۵ھ میں منصۂ وجود پر آتے ہی اور سن بلوغ پر پہنچتے
ہی ملا عبد الرشید زرگر اور اخوند ملا عبد اللہ کاؤسہ کی درسگاہ پر حاضر ہو کر
درسیہ کتابوں کی تعلیم حاصل کی۔ خاندان الرحمۃ جناب شیخ محمد سعید مجددی
سرہندی کے خلف الصدق شیخ عبد الاحد مجددی کے درگاہ تک پہونچے۔ سلوک کے
منازل و مقامات کو طے کر گئے ہیں۔ باضابطہ ارشادنامے حاصل کئے ہیں۔
فقہ و حدیث تفسیر ادب دینیات صوفیانہ تعلیم میں کافی مہارت پائی۔
جوانی کا جوش تھا۔ دنیاوی تمتعات کی تحریکات سامنے آجاتے تھے۔ مگر
قدرتی جذبہ پاکر آپ نے گھر بار مال دولت کو خیرباد کہا۔ اور فکر و ذکر کثیر المشقت
ریاضات میں مصروف الہمت رہا۔ سنہ ۱۰۸۱ھ سنہ ۱۰۸۵ھ سنہ ۱۰۹۸ھ میں تین دفعہ
سرہند کی راہ لے لی۔ مجددی سرہندی خاندان کے فیوض و برکات کا بڑا سرمایہ
حاصل کیا۔ حجۃ اللہ خواجہ محمد نقشبندی شیخ المشایخ میاں علی رضا کے
دہلوی وغیرہ کی خدمت میں حاضر ہو کر صحبت ارادت کے فواید اخذ کر گئے ہیں
حسنات المقربین تحفۃ الفقرا فوائد الرضا اسرار وحدت وغیرہ آپ کی
تصانیف ہیں۔ یادگار ہیں۔ محلہ بدھرگیرہ میں سوکالی پورہ کے مسجد کے آس
پاس آپکا محدود مقبرہ موجود ہے۔ "قدوۂ اہل شریعت" آپ کی وفات کے تاریخ کا
فقرہ خواجہ محمد اعظم دیدہ مری نے فرمایا ہے۔ شیخ عبد الرشید ٹنگ آپ کے
خلف الصدق ہیں۔ میر محمد یوسف کنٹ حاجی الحرمین مولوی محمد اشائی خواجہ
محمد اعظم دیدہ مری شیخ عبد الصبور بستل گندرپوری یادگار بیگ خان
بابا سعدنیو دکادی کدلی میر عبد الوہاب گوجواری آپکے برجستہ خلفا ہیں تو

اُن تقدس مآب لوگوں کے بڑے زمرے میں میر عبد الرشید بیہقی بھی شامل رہے ہیں۔ جنہوں نے شیخ محمد مراد ٹنگ کی خدمت میں حاضر ہو کر علم و عرفان کا فیض حاصل کیا۔ میر عبد الرشید بھی تقریباً پانچسال کی مدت تک حاضر رہے۔ قادریہ نقشبندیہ دونوں سلسلہ جات کے ارشاد نامے حاصل کر گئے ہیں۔ یہاں تک کہ شیخ محمد مراد آپکے پیر و مرشد نے آپکی خدا لیقین شناسی احسن کارکردگی کا اعتراف کر کے خوشنودی کا اظہار کیا۔ اور اُن کی اعلےٰ قسم کی ترقیات کے معیار پہ پہونچنے کے خیال میں پڑے۔ چنانچہ اتفاقات چند دیکھ لیجیئے۔ کہ اُن ہی دنوں میں مطابق ۱۱۳۰ھ جبکہ شیخ محمد مراد ٹنگ ارشاد و ہدایت کی مسند پہ متمکن تھے۔ میاں فرخ شاہ مجددی کے بزرگ صاحبزادے شاہ علی رضا دہلوی سرزمینِ کشمیر میں تشریف فرما ہوئے۔ اور اپنے طریقہ شریفہ کے علاوہ سلسلہ بیعت سہروردیہ کبرویہ کے روحانی فیوض و برکات کی تبلیغ کرتے رہے۔ تو میر عبد الرشید بیہقی نے آپکی تشریف آوری کو غنیمت سمجھتے ہوئے متواتر ملاقات کی۔ فیض صحبت کا استفادہ اٹھایا۔ چنانچہ کبرویہ سہروردیہ دونوں سلسلہ کی تعلیمات و ہدایات کا کامل اجازت نامہ حاصل کیا۔

شیخ عبد الصبور سنبل کی نسبت بیان کیا جاتا ہے۔ کہ آپ نے اپنے پیر و مرشد شیخ محمد مراد ٹنگ کی مفوضہ خدمات کی تعمیل و تکمیل اس عمدگی سے کی تھی۔ کہ شیخ محمد مراد کے خاص خاص خلفا کی کیابت۔ خود بھی پیر و مرشد آپکے مداح خواں ہو رہے ہیں۔ محلہ گندرپورہ میں عیدگاہ کے آس پاس خورشید منظر کے سامنے آپ سکونت رکھتے تھے۔ چونکہ آپ ایک گمنام معمولی قوم سے خاندانی تعلق رکھتے تھے۔ اسلئے آپ کی تعلیم کا انتظام ایسا نہیں ہو پایا جو کہ شاید و باید تھا۔ ساتھ ہی صوفیانہ رنگ کی کامل صورت میں رنگین ہوئے تھے۔ اسلئے اُن کے مخصوص اوصاف بلا اُمی کثیر المعارف لکھتے ہیں۔

جناب محبوب سبحانی شیخ سید عبدالقادر الجیلانی رض کی روحانی توجہات سے آپ ہر دو فن کامیاب رہے ہیں۔ دو بیٹے بابا عبدالستار اور حجۃ اللہ آپ کے قابل جانشین تھے۔ حجۃ اللہ نے یار کند کی راہ لے لی۔ عبدالستار کے بیٹے حبیب اللہ اسد اللہ احمد اللہ اور صنعت اللہ اپنے باپ دادے کی اوضاع پر قائم تھے۔ صنعۃ اللہ کے بیٹے قبول شاہ اور قبول شاہ کے بیٹے علاءالدین کی پیری مریدی کا وسیع سلسلہ نہایت ہی اعلےٰ پیمانے پر موجود رہا تھا۔ اب علاءالدین کے مریدوں کا کثیر حصہ میر سید علی شاہ منطقی قادری کلاشپوری کے قبضہ میں آگیا ہے۔

جناب میر عبدالرشید بیہقی کو شیخ عبدالصبور ستبل کی صحبت و ارادت کے حلقہ میں شامل رہنا از بس مرغوب خاطر تھا۔ خدمت میں حاضر منتظر ہو کر خداطلبی کے عارفانہ راز و رموز کی شناخت میں آپ نے پوری مدد حاصل کی۔ سلسلہ قادریہ کی تعلیمات کا ارشادنامہ حاصل کیا۔ شیخ محمد مراد متو بڑے خاندان کے رکن رکین تھے۔ علمی فضایل کی تحصیل و تکمیل کے لئے دہلی کا راستہ لیکر شیخ المشائخ شاہ علی رضائے مجددی کے بڑے دربار تک پہونچ گئے ہیں۔ علم عرفان کے لطایف حاصل کئے ہیں۔ جناب خواجہ خورد کے حضور میں صحبت کا مفادہ حاصل کرکے آپ نے بڑی کامیابی اور روحانیت پائی شعر سخندانی خصوصاً صوفیانہ لطائف شناسی کے آپ لذت چشیدہ اور دلدادہ تھے۔ کشمیر میں واپس آکر ارشاد ہدایت کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے میر عبدالرشید بیہقی بھی آپ کے نظر یافتہ تھے۔

کیسا بابرکت وہ زمانہ تھا جبکہ میر عبدالرشید بیہقی ارشاد و ہدایت کی مسند پر بیٹھکر ربانی ہدایات روحانی تعلیمات کی نشر و اشاعت کا فریضہ بوجہ احسن انجام دیتے تھے۔ خدا جانے آپ کے پاس کسقدر خدا کے راستے ڈھونڈنے والے اشخاص حاضر ہوکر حق حقیقت شناسی کے مدارج و منازل

طے کر گئے ہیں۔ آپ کے خلفا خدام اور ارادتمندوں کی تعداد سو دو سو نہیں۔
بلکہ گیارہ سو نفوس بیان کی جاتی ہے۔ مولوی ہدایت اللہ مفتی ابن ملا کریم اللہ
متو اپنی مصنفہ کتاب تکملۃ التواریخ میں یہ لکھتے ہیں۔ کہ مجھے جناب
میر عبد الرشید بیہقی کی متواترہ ملاقات حاصل ہوئی ہے۔ میں نہایت ہی وثوق سے
یہ کہتا ہوں۔ کہ آپ ان اولیا میں شامل تھے۔ جو کہ اس حدیث شریف کے مصداق
ہو رہے ہیں۔ اِذا رؤا ذکر اللہ الحدیث

علاوہ صاحبزادگان کے دس خلیفے ایسے ہیں۔ جن سے ہزارہا بندگانِ خدا
مستفیض ہو رہے ہیں۔ اور اُن کا نام مبارک ہر محفل میں بڑی تعظیم و تکریم سے
لیا جاتا ہے۔ اور جن کی والا صفات ذات سے تصوف سلوک معرفت اور
صوفیانِ کرام کے نام کو دس چند عزت حاصل ہوئی ہے۔ (۱) خواجہ عبد اللہ شاہ کوہڑ
(۲) بابا عبید اللہ کامراجی (۳) شیخ محمد شریف وجہ پوری (۴) شیخ محمد صالح
عالیکدلی بلبہ بابو آپکا نام تھا۔ بلبل لنگر کے محلہ میں جناب سید بلبل شاہ قلندر کے
زیارتگاہ کے آس پاس اپنی مسجد کے اندر آپ سکونت رکھتے تھے۔ بافندگی کا
پیشہ آپ نے اختیار کیا تھا۔ اپنے پیر و مرشد کی خدمتگذاری کے فرائض
وردخوانی کے آداب بجا لانے میں پوری استقامت کا مقام حاصل کیا۔ آپکے
قرب و قبولیت کا عالم یہ تھا۔ کہ بڑی تعداد کے قریب المرگ بیمار مضطر الاحوال
غربا و فقرا آپ کے با اثر توجہات ہمت کی بدولت کامیاب رہے ہیں۔ ایک
فرزند غیاث الدین اور ایک دختر آپ کے ورثاء باقی رہ چکے ہیں۔ دختر کی شادی
خواجہ مصطفٰے شاہ نقشبندی خواجہ بازاری سے ہوئی ہے۔ خواجہ غیاث الدین نے
اپنی دو لڑکیاں کا عقد نکاح خواجہ بزرگ شاہ خواجہ عمر شاہ نقشبندی سے کیا ہے
خواجہ عمر شاہ نقشبندی کی صاحبزادی خواجہ عبد النبی نقشبندی صفاپوری سے
نکاحاً منسوب ہوئی ہے۔ خواجہ مصطفٰے شاہ نقشبندی کے دو بیٹے خواجہ قطب الدین
خواجہ سلام الدین محلہ بلبل لنگر میں سکونت رکھتے ہیں۔

(۵) بابا مسعود چاگلی ۔ موضع چاگل میں جناب شیخ احمد چاگلی کے زیارت گاہ کے آس پاس آپ مدفون ہیں ۔

(۶) میر محمد اعظم اندرابی ۔ اندرابی سادات کے نسب نامہ کے بارے میں جو باتیں شہرت پذیر ہوئے ہیں ۔ کیا وہ حسنی ہیں یا حسینی ۔ اور میر میرک اندرابی سے لیکر جناب امام حسین شہید سعید تک کتنی اسامیاں درمیانی آتی ہیں ۔ باغ سلیمان کے مشہور مصنف میر سعد اللہ شاہ آبادی کا اعتراض یا جرح کس حد تک قابل سماعت ہے ۔ غرض ان تمام باتوں کی تشریح مناقب السادات میں مذکور ہے ۔ خلاصہ یہ ہے ۔ کہ جناب میر میرک اندرابی اپنی صوفیانہ خوبیوں اور خاندانی شرافت کے وجہ سے بڑے پایہ کے بزرگ گذرے ہیں ۔ جو کہ سنہ ۹۰۹ھ میں انتقال کر گئے ہیں ۔ محلہ ملارٹہ میر محلہ میں مدفون ہیں ۔ آپ کی ایک صاحبزادی کی شادی شیخ بابا داؤد خاکی سے ہوئی ہے ۔ جس کا نتیجہ محمد سعید خاکی تھا ۔

(۷) بابا مقصود لاری ۔ عالم شباب میں آپ تھے ۔ کہ آپ کو خدا طلبی کے باطنی تحریکات جذبات نے احاطہ کر لیا ہے ۔ سیر و سیاحت کی ۔ آخر میر عبد الرشید بیہقی کے حضور میں آ کر قلباً کامل تسلی حاصل کر کے بیعت ارادتمندی کے حلقہ میں شامل رہا ۔ جناب میاں نعمت اللہ سہروردی کی زیارتگاہ میں جو کہ موضع ریپور پرگنہ لار میں واقع ہے ۔ آپ نے خلوت نشینی اختیار کرتے ہوئے قرآن مجید کی کتابت کا مشغلہ پسند کیا ۔ اہل دنیا اغنیا کی آمد و رفت سے مطلقاً بے تعلق رہے ہیں ۔ موضع ریپور میں مدفون ہیں علہ

(۸) محمد شاہ کامراجی ساکن بوبرناگ ۔ آپ بھی صاحب ارشاد و رد خوان تھے منجملہ ان اوصاف میں جو کہ میر عبد الرشید بیہقی کے بابرکت وجود میں موجود تھے ۔ یہ بھی ایک خاص صفت بیان کیجاتی ہے ۔ کہ علمی فضایل روحانی ترقیات میں کامیاب ہونے کے باوجود اور شہر و دیہات میں خدام احباب خلفا یعنے پیری مریدی کے دایرے کی کافی وسعت کے باوصف آپ نے اپنی عمر کے اوقات نہایت ہی

فقیرانہ صورت میں بسر کئے ہیں ۔ توکل کے مقام کو اپنی معیشت کا پیشہ قرار دیدیا ۔ نہایت ہی سیدھی سادھی وضع کی زندگی اختیار کرلی ۔ ہنگامہ آرائی شہرت دکھلاوٹ ظاہری نام و نمود رسوم کی پابندی سے بے تعلق رہے ہیں حلم تواضع فروتنی تحمل خاکساری اور صبر و شکر کا طرز عمل پیش نظر رکھا تکبر نخوت غرور خود پسندی کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا ۔ علم علماء عرفا کی عملی صورت میں قدر شناسی کا ذاتی خیال ہر وقت ملحوظ نظر زیر استعمال لاتے تھے ۔ اہل دنیا کی آمد و رفت سے مطلقاً یکسوئی علیحدگی اختیار کی ۔ ضرورت کے وقت شہر یا دیہات میں دورہ کرتے تھے ۔ جہاں جاتے ۔ اولیائے کرام کی باتیں اور ان کے مقامات کا تذکرہ کرتے تھے ۔ جہاں کسی بندۂ خدا کا نام سنتے تھے ۔ فوراً جاتے اور ان کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے ۔ ہم عصر مشائخ اولیا اور ارباب صفا کے روشن ضمیر افراد آپ کے علم عرفان مقامات اور بڑے بڑے حالات کی حقیقت دیکھکر اعلاناً بیان کرتے تھے ۔ کہ آپ ابو الوقت قطب العالم اور مستجاب الدعوات ہیں ۔ خواجہ عبد الاحد سرہندی مجددی نے اپنے مکتوبات میں یہ لکھا ہے ۔ کہ عبد الرشید بکمالات احمدیہ ترقی خواہد نمود کہ جو کچھ خواجہ عبد الاحد نے پیشنگوئی کی حیثیت سے فرمایا تھا ۔ تھوڑے ہی عرصہ گذر کر اس پیشنگوئی کے آثار ظہور میں آ گئے ہیں ۔ ملا بہاء الدین متو اپنے منظوم چشتیہ میں یہ لکھتے ہیں ؎

میر عبد الرشید از جانب فر — خلعت قطبیت نمودہ بسر
گرچہ در نیوہ جایگاہش بود — برتر از سدرہ پایگاہش بود
از مرادین بہ مراد رسید — باز ہم از عطش نیار امید

ایکدن کا ذکر ہے ۔ کہ جناب شیخ محمد اشرف جیسے جلیل القدر مشہور بزرگ نے ایکدن فتحکدل کے مشرب پہ تشریف فرمایا ۔ اور وضو کرتے رہے ۔ اتفاقاً خواجہ خضر ؑ حاضر ہوئے ۔ یہ کہا ۔ کہ جناب میر عبد الرشید بیہقی اسوقت قطبیت کے

مسند پر متمکن ہیں۔ جس کے ایک مرید کا جوتا ایک چور نے لے لیا۔ مرید اپنے پیر و مرشد کے حضور میں آکر داد یلا کرتے ہوئے چور کی اطلاع دہی کے لئے استغاثہ کرتا رہا۔ پیر و مرشد نے جواباً یہ فرمایا۔ کہ عالیکدل کے بازار میں تمہارے جوتے کی خرید و فروخت کی باتیں طے کیجاتی ہیں۔ مرید کو اطلاع ہوتے ہی عالیکدل کے بازار میں دوڑ کے آکر چور کے پکڑنے کا موقعہ مل گیا۔ یہ ایک واقعہ ہے۔ کہ خداوندِ کریم کو پردہ دری اور راز کا انکشاف کرنا پسند نہیں آیا۔ میر عبد الرشید قطبیت کے درجہ سے معزول کئے گئے ہیں۔ اور آپ کا نام مبارک اس عہدہ کے لئے انتخاب میں آگیا ہے۔ میں آپ کو مبارکباد دیتا ہوں۔ شیخ محمد اشرف فتحکدلی نے جواب میں یہ فرمایا ہے۔ کہ مجھے اگر قطبیت کے درجہ تک پہونچنے کا استحقاق حاصل ہوا ہے۔ تو میری دعا کو اجابت کا درجہ بھی حاصل ہوا ہوگا۔ خواجہ خضرؑ کا جواب یہ تھا۔ واقعی آپ کی دعا کو اجابت کا درجہ حاصل ہوا ہے۔ فی الفور جناب شیخ محمد اشرف نے ہاتھ اٹھا کر بڑی انکساری سے یہ دعا کی۔ اے بار خدا میر عبد الرشید کے خطا کو عفو کر۔ اور قطبیت کا خلعت بدستور ان کو عفو فرما دعا کے فقرے ختم ہوتے ہی میر عبد الرشید کو قطبیت کا درجہ بدستور مفوض رہا۔ مدت العمر تک یہ مقام آپ کو حاصل تھا۔

بڑی خصوصیت کی بات یہ ہے۔ کہ میر عبد الرشید بیہقی کے والد ماجد اور اُن کی والدۂ ماجدہ بلکہ اُن کی اہلیہ بھی مسلم الثبوت سادات کے خاندانوں سے نسبًا نسبتًا بلکہ شرافتًا تعلق رکھتے ہیں۔ سید احمد جو کہ آپ کے والد ماجد تھے۔ بیہقی سادات میں سے ہیں۔ بی بی رقیہ بیگم جو کہ آپ کی والدہ ماجدہ تھی۔ میر عبد الفتاح دوار کی کی صاحبزادی ہے۔ میر ابو الفتح ابن میر ابو الحسن کے نسب نامہ کی اسامیاں جناب محبوب سبحانی رح تک ملاتے ہیں۔ میر محمد اشرف اندرابی جیسے صوفی مذاق بزرگ کا مسکن موضع رتن پورہ میں تھا۔ اور آپ کے نسب نامہ کی اسامیاں بدین صورت بیان کیجاتی ہیں۔ کہ میر محمد اشرف اندرابی

ابن میر عنایت اللہ ابن میر قاسم ابن میر صالح ابن میر اسماعیل ابن میر محمد ابن میر میرک اندرابی ملا رٹی۔ میر محمد اشرف اندرابی کی نیک اختر دختر جبکہ بلوغ کی حد تک پہونچ گئی۔ تو آپ کے والد ماجد کو رشتہ داری کے لئے یہ فکر دامنگیر ہوئی۔ کہ ایسا کوئی شخص ملے۔ جو کہ نسب کے لحاظ سے سیادت پناہ ہو۔ اور صوفیانہ مذاق کا دلدادہ بھی ہو۔ آخر میر عبدالرشید انتخاب میں آگئے ہیں۔ یہ انتخاب ایسا باثمر ہوا۔ کہ میر عبداللہ میر محمد دو بیٹے اور ایک صاحبزادی سلف صالحین کے بہترین نمونے پیدا ہوئے ہیں۔ صاحبزادی میر محمد اعظم اندرابی کے عقد نکاح میں آئی تھی۔ جو کہ میر میرک اندرابی کے خاندان سے تعلق پذیر تھے۔

اعانت میر عبدالرشید بیہقی

میر عبدالرشید بیہقی کو حضرت اللہ تعالےٰ نے وہ درجہ مرتبہ عطا کیا تھا کہ آپ کی ہر ایک بات کرامت اور ہر ایک سخن اعجاز کی حیثیت رکھتا تھا۔ اجابت ان کی دعاؤں کے استقبال کے لئے دوڑ کے آتی تھی۔ آپ کے عملیات جو کہ ارضی سماوی بلیات و مصائب کے دافعہ ہیں۔ خاص طور پہ تیر بہدف ہو کر مشہور ہیں۔ ہزارہا لوگ ان کے فیضیاب ہوئے ہیں۔ صرف حسن عقیدت نیک نیت اور خلوص دل کی ضرورت ہے۔ اگر آپ کے مقامات و کرامات حالات کا تفصیلاً تذکرہ قلمبند کیا جائیگا۔ ایک بڑی بھاری دفتر کی ضرورت پڑ جائیگی۔ اسلئے ہم اختصار سے کام لیتے ہیں۔ ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔ کہ مغلیہ خاندان کے عزت والے بادشاہوں کے عہد حکومت کے زوال پہ سرزمین کشمیر میں کابلی پٹھانوں کی غیر مانوس جابرانہ عملداری رونما ہوئی۔ جسکے اکثر عمال کی سلوک کو کوئی تاریخ اچھے الفاظ میں یاد نہیں کرتی ہے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں ؎ ع "سری واحمقی و جہل بافغان داد اند" ونیز یہ بھی کہتے ہیں

پرسیدم از خرابیِ گلشن ز باغبان ۔۔۔ افغان کشید گفت کہ افغان خراب کرد

احمد شاہ ابدالی درانی نے سرزمین ہذا حاکمانہ قبضہ لے کر یہ کام کیا ہے۔ کہ عبداللہ خان اشک آقاصی ایک مشہور ظالم جابر مگر مدبر معاملہ رس پٹھان کو

دس ہزار افواج کی مدد دیکر منتخب اور مامور کیا۔ اور یہاں بھیجدیا۔ کابلی افواج کے افراد اپنی جہالت اور اپنے جبر و تشدد سے کام لیتے ہوئے لوگوں کے گھروں میں بلا اجازت بلا تحاشا اندر آگئے۔ لوٹ مار بلکہ غیر موضوع طرز و طریقہ کے خطرناک ہنگامے برپا کر گئے۔ ایک بڑے گروہ نے میر عبدالرشید بیہقی کے خاص دولتخانہ کا رخ کر دیا۔ مگر خدام مانع آگئے۔ زبانی رکاوٹ کارگر ثابت نہیں ہوئی۔ جنگ و جدال تک نوبت پہنچ گئی۔ چنانچہ میر عبدالرشید بیہقی بھی مطلع ہو گئے۔ اپنے دروازے پر کھڑے رہے۔ فوج کا سرگروہ بڑی شد و مد سے پیش آگیا۔ بلا کسی قسم کی رعایت کے اپنی جاہلانہ روش سے کام لے لیا۔ میر عبدالرشید بیہقی کو ظالمانہ راہ و رسم دیکھکر حد سے بڑھکر متأثر ہو کر غصہ پیدا ہو گیا۔ قہر کی نظر ڈالی۔ جس کا فوری نتیجہ یہ نکلا۔ کہ یہ سرگروہ بے خود ہو کر گر پڑا۔ ہوش و حواس جان سے ہاتھ دھو یا۔ تدبیر علاج معالجے کئے گئے۔ افاقہ کی حالت میں نہیں آیا۔ فوجی ملازمین وحشت میں پڑے۔ میر موصوف کے پاس آئے۔ معذرت کے خواستگار ہوئے۔ عذر خواہی بھی قبول ہوئی۔ فی الفور پڑے ہوئے بے خود سرگروہ نے ہوش میں آکر سر اٹھایا۔ اپنی ظالمانہ روش سے نادم ہو کر توبہ کی۔ عبداللہ خان اشکلاقاصی کو اس ساری روئداد کی اطلاع ہوئی۔ بڑی جلدی سے آیا۔ حاضر ہو کر عقیدتمندی کا اظہار کیا۔ میر موصوف نے اسکو اپنے خاص کمرے میں عایا پروری اور ظالمانہ اسلوب کے چھوڑ دینے کی فہمائش کی۔ عبداللہ خان جو کہ فطری طور پر ظلم و ستم کا دلدادہ اور کابلی پٹھانوں کی جاہلانہ حکومت میں پلا ہوا تھا۔ میر عبدالرشید کے نصیحت آمیز کلمات کی پرواہ نہیں کی۔ دوسری دفعہ بھی حضور کی ملاقات کے لئے آیا۔ مگر آپ نے صراحتہً انکار کرتے ہوئے یہ اطلاع بھیجدی ہے۔ کہ بدذات ظالم کو یہاں سے بدر ہو جانے اور راجہ سوکھ جیون لال کے ناظم کشمیر بننے کا عنقریب موقعہ آپہونچا۔ چنانچہ چند مہینے گذر جانیکے بعد ایسا ہی ہوا

ایک شخص نے اپنی عورت کو چھوڑ کر بھاگنے کا راستہ لے لیا۔ ایک خاص مدت کے بعد اطلاع آئی۔ کہ وہ حیدر آباد میں سکونت پذیر ہوا ہے۔ عورت اور اسکی ماں نے میر عبدالرشید بیہقی کے درگاہ میں حاضر ہو کر اپنی غربت کا حال زار بیان کیا۔ اور گذارش کی۔ کہ ہماری معیشت کا گذارہ صرف اُس شخص کے کسب کار سے وابستہ تھا۔ دعا کیجئے۔ کہ وہ فوراً واپس آ جائے۔ میر موصوف نے دونوں عورتوں کے الحاح سے متاثر ہو کر ہمت مردان مدد خدا سے کام لے لیا۔ روحانی صورت میں حیدر آباد دکن کی راہ لے لی۔ وہ شخص ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس پیش کیا۔ بلکہ اپنے گھر تک پہونچا یا۔ دونوں عورتوں کو پوری تسلی ہوئی۔ اور التماس کر گئیں۔ کہ حیدر آباد میں جو کچھ نقد جنس اثاثہ پڑا ہوا ہے۔ وہ بھی عنایت کیجئے۔ جناب سید کو اپنی باطنی ہمت سے کام لینا پڑا۔ حیدر آباد میں جو کچھ اثاثہ پڑا ہوا تھا۔ وہ سارا اُن کے گھر میں پہونچا یا۔

سنہ ۱۱۸۰ھ سے لیکر جو کہ میر عبدالرشید کی ولادت کا سال تھا۔ اُنکی وفات تک سرزمین کشمیر کے تخت و تاج کو بے انتہا تغیرات اختلافات دیکھنے پڑے۔ لوگ بھی بڑے بڑے مصیبتوں میں مبتلا ہوئے تھے۔ مگر میر عبدالرشید بیہقی ہمیشہ ایسی خطرناک تباہ کرنے والی باتوں کے اندر آنے دخل دینے سے قطعاً مطلقاً گریز کرتے رہے۔ چپ چاپ رہنا آپ نے پسند کیا علاوہ اُس کے مفسدانہ معاملات میں دخل دینے والوں کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے رہے ساتھ ہی ہر ایک وقت ہر ایک لمحہ اپنی نفس کی اصلاحات حفظ نسبت علم و عمل کے اشغال میں صرف کیا۔ ورد وظائف اور قرآن شریف کا پڑھنا اپنی پیاری عمر کا مخصوص وظیفہ سمجھا۔

انتقال میر عبدالرشید بیہقی

آخر وہ دن بھی آگیا۔ کہ جناب موصوف کو اہل دنیا کی نظروں سے پوشیدہ ہونا پڑا۔ دنیا فنا زوال کے مقام کا نام ہے۔ حقیقی دوام بقا صرف اللہ تعالیٰ کی

ذاتِ پاک کے لئے مخصوص ہے۔ خدا کے مقبول محبوب بندوں کو بھی فنا عدم موت نہیں آتی ہے۔ البتہ خداوندِ کریم اپنا اصول اور قانون پورا کرنے کے لئے ایک مقام سے اٹھا کر دوسرے مقام میں ان کو لیجاتا ہے۔ اور اسی کا نام انتقال یا موت رکھا گیا ہے۔ شعر

اگر گیتی سراسر باد گیرد
چراغ مقبلان ہرگز نمیرد

احمد شاہ ابدالی درانی افاغنہ کابلی پٹھانوں کے پہلے بادشاہ کی تخت نشینی سے چودہ سال اور میر فقیر اللہ کنٹھ ناظم کشمیر کی باجبروت نظامت سے چودہ یوم گذرے تھے۔ کہ ماہ رجب سنہ ۱۱۸۰ھ کی پانچویں تاریخ کا وہ دن آگیا۔ جبکہ جناب میر عبدالرشید بیہقی کو عالم آخرت کا راستہ لیکر فانی دنیا سے الوداع خیرباد کہنا پڑا۔ آپ کی عمر ۹۷ سال سے زاید نہیں تھی۔ محلہ خانواری میں جہاں کہ میر ابراہیم خان میر مبارک خان کے فلک نما دولت خانے شاہی تعمرات اور باغات موجود تھے۔ دریائے کٹہ کول کے شرقی کنارے پر پل حاجی راتھر کے سامنے آپ دفن کئے گئے ہیں۔ آپ کا مسکن بھی مدفن کے قرب و جوار میں موجود تھا۔ مولوی ہدایت اللہ مفتی نے جو کہ آپ کے نظر یافتہ تھے۔ تاریخ وفات کا یہ قطعہ اپنی مصنفہ تاریخ میں لکھا ہے۔

سید بیہقی رشید پاک زاد
بود اندر اولیا وے غوث و فرد

گفت تاریخ وصالش ہاتفی
قطب عالم جان بحق تسلیم کرد

اسرار الاخیار میں مذکور ہے۔ کہ جناب حاجی احمد قاری قریشی کے خاندانی ایک مشہور بزرگ مخدوم شیخ بہاء الدین قریشی موضع صفاپورہ میں مانسبل کے کنارے پر سکونت رکھتے تھے۔ ایکدن کا ذکر ہے۔ کہ آپ نے میر موصوف کے حضور میں آکر گذارش کی۔ کہ مجھے دعائے سیفی کی اجازت دی جائے۔ میر موصوف نے ایک ایسی تاریخ مقرر کی۔ جو کہ اجازت دینے کے لئے موزون تھی۔ مخدوم بہاء الدین کو صفاپورہ جانا پڑا۔ میر موصوف کی وفات کا واقعہ ظہور میں آیا۔ وفات کے بعد

چند دن گذرے تھے۔ کہ مخدوم بہاء الدین نے قبر شریف پر تشریف فرما ہوئے اونچی آواز سے یہ فرمایا۔ الکرم اذا وعد وفا اسی اثناء میں ایک ایسی روحانی حقیقت مکشوف ہوئی۔ کہ آپ نے ظاہراً اپنی صورت دکھائی دیتے ہوئے مخدوم بہاء الدین کو دعائے سیفی کی اجازت دیدی۔

میر عبدالرشید بیہقی کے تذکرے میں اس بات کا حوالہ دیا گیا ہے کہ آپ میر محمد بیہقی اور میر عبداللہ بیہقی دو بیٹے اور ایک صاحبزادی کے والد ماجد ہیں۔ صاحبزادی کی شادی میر محمد اعظم اندرابی سے ہوئی ہے۔ جس کا نسب نامہ میر میرک اندرابی تک جاکر ملتا ہے۔ ابن میر عارف ابن میر عزیز اللہ ابن میر سعید ابن میر صالح ابن میر اسماعیل ابن میر محمد ابن میر میرک اندرابی میر محمد اعظم کے تین بیٹے میر اسلم میر عطاء اللہ میر فضل اللہ نہایت ہی با اخلاق بزرگ گذرے ہیں۔ میر اسلم کے بیٹے کا نام میر انور تھا۔ میر انور کی لڑکی میر نظام الدین اندرابی کے عقد نکاح میں آگئی تھی۔ جو کہ اپنے وطن کانٹھ پورہ لولاب سے نکلے ہوئے میر انور اپنے خسر کے گھر میں پل حاجی راتھر کے آس پاس ساکن رہا۔ میر محمد بیہقی جو کہ میر عبدالرشید کے خلف الصدق ہیں ان کی نسبت شاید حالات کی اطلاع نہیں ہوئی۔ صرف یہ بات قابل اندراج ہے۔ کہ آپ ایک ہی صاحبزادی عزیزہ بانو نام چھوڑ کر دنیا سے چل بسے۔ عزیزہ بانو میر کمال الدین کے نکاح میں آئی۔ میر کمال الدین رتن پورہ کے ساداتوں سے ہیں۔ جو کہ میر میرک اندرابی سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ میر کمال الدین اور میر مرتضیٰ دو نوں بزرگ میر مصطفیٰ کے بیٹے ہیں۔ میر مصطفیٰ اور اس کے آباؤ اجداد میر برخوردار میر ابوالفتح میر یوسف رتن پورہ میں سکونت رکھتے تھے۔ میر کمال الدین رتن پورہ سے نکلکر محلہ ملارٹہ میں آیا۔ جناب میر کمال الدین اندرابی ملارٹہ کے پاس ایک خاص مدت تک رہا۔ خدمتگذاری کا فریضہ ادا کیا۔ پھر میر محمد بیہقی اپنے خسر خانہ میں آکر بود و باش رہائش اختیار کرلی۔ ستر سال کی عمر میں آپ نے انتقال کیا۔ میر قمر الدین ایک فرزند

میر محمد بیہقی

اور ایک صاحبزادی منکوحہ میر یوسف ددار کی آپ کے یادگار رہ چکے ہیں۔
میر قمر الدین ۱۲۴۰ھ میں پیدا ہوئے ہیں۔ جناب شیخ احمد نسوی کے حضور میں
آیا۔ کامیاب رہا۔ میر علاء الدین قادری مظفر آبادی سے اجازت نامے حاصل کئے ہیں
شہر و دیہات میں پیری و مریدی کے طریقہ پر بخوبی دورہ کیا۔ ۱۲۶۷ھ میں
آپ نے وفات پائی۔ میر غلام الدین میر حسن میر سلیمان آپ کے تین بیٹے تھے
میر غلام الدین نے جناب شیخ احمد نسوی کے پاس آکر ارادتمندی ظاہر کی۔ بیعت کا
ہاتھ دے دیا۔ اپنے قلب کا اطمینان حاصل کر لیا۔ ۱۲۴۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی
ہے۔ ۱۳۰۵ھ میں آپ نے انتقال کیا۔ میر حسن بھی ۱۳۰۶ھ میں فوت ہوئے ہیں۔

میر عبدالرشید بیہقی

اب ہم جناب میر عبداللہ بیہقی کے حالات کا مختصر تذکرہ قلمبند کرتے ہیں
کہ آپ میر عبدالرشید بیہقی کے محترم صاحبزادے ہیں۔ ۱۱۶۳ھ میں آپ
پیدا ہوئے ہیں۔ والد ماجد نے اپنے بیٹے کو ہونہار زیرک و باہوش دیکھ کر قرآن مجید
صحیفہ اقدس کی تعلیم کے اختتام پر اپنی تربیت میں رکھا۔ ۲۰ بیس سال کی مدت تک
آپ اپنے بزرگ باپ کی صحبت خدمتگذاری سے مستفید کامیاب ہو رہے ہیں۔
ادب دینیات فقہ حدیث تفسیر درسیہ کتابوں میں علمی خاص دستگاہ قابلیت
حاصل کی۔ ساتھ ساتھ باطنی تعلیمات روحانی مشاغل میں وہ حصہ پایا۔ جو کہ
کافی تھا۔ عمر آپ کی بیس سال کی قریب تھی۔ کہ میر عبدالرشید نے دنیا کو الوداع
خیرباد کہا۔ اپنے نامور والد ماجد کی وفات کے بعد آپ خلافت جانشینی کے اعزاز و
اختصاص سے مخصوص و ممتاز ہوئے۔ جس نے تبلیغی امور تعلیمی ضروریات کی
نشر و اشاعت میں کامل توجہ سے وسعت دیدی۔ والد ماجد دیہاتوں میں جا کر
پیری مریدی کا دورہ جاری پانچ پانچ سال کے بعد کیا کرتے تھے۔ مگر آپ نے یہ امر
اضافہ کیا۔ کہ سال بسال دیہاتوں میں جا کر دورہ کرتے۔ اور روحانی بلکہ مذہبی
باتوں کی تبلیغ کا فریضہ بجا لاتے تھے۔ جہاں جاتے۔ لوگوں کو خالص توحید پرستی
سنت اور مذہب کی اتباع کا رستہ دکھلاتے تھے۔ وہ لوگ گنتی میں نہیں آسکتے ہیں

جنہوں نے آپ کے پاس آکر ورد وظایف سلوک عارفانہ تعلیم و تربیت کا فیض حاصل کیا ہے۔ باوجود اِن مشاغل کے مبدأ فیاض نے آپ کو شاعرانہ طبع موزون عطا کیا تھا۔ حق تو یہ ہے۔ کہ آپ نے زلف خال لغویات ھجو فضولیات بیجا خوشامد گوئی کی قید سے آزاد ہو کر اپنے لئے ایک الگ دنیا شاعری کے لئے پیدا کی تھی۔ عقائد۔ عرفان وحدت سلوک میں آپ گوہر افشانی کرتے رہے۔ پیری مریدی کے وسیع تعلقات کے علاوہ آپ نے اپنی تبلیغ کا رویہ ایسا اختیار کر لیا تھا۔ جو کہ عالمانہ بلکہ مصنفانہ تھا۔ غزلیات قصاید مناقب نعت کے میدان میں آپ نے وہ کمال پیدا کر لیا تھا۔ جو کہ صوفیانہ حیثیت سے مافوق تھا۔ دس باران کتابیں نہیں۔ بلکہ آپ کی مصنفہ کتابوں رسایل کی تعداد ستر تک بیان کیجاتی ہے۔ یہ کتابیں روحانی تعلیمات توحید معارف فقہ عقاید اور شرعی مسایل کے دریا بکوزہ مجموعے ہیں۔ جن کے نقولات نسخے کہیں کہیں ملتے ہیں۔ مگر افسوس کا مقام ہے۔ کہ آج کل کے کم ہمت بے توفیق وہ لوگ جو کہ جناب میر عبداللہ شہید اور میر عبداللہ بہنفی کے بابرکت نام لے کر شہر دیہات میں دورہ کر کے پیری مریدی کے نذورات نیاز جایزے وصول کرتے ہیں۔ اپنے نیک نام دادے کی قابل قدر یادگار ان مصنفہ کتابیں اور پر لطف رسالوں کی نقولات نسخہ جات کو لکھوانے اور طباعت کے ذریعے سے شایع کروانے کی توفیق ہمت نہیں پا گئے ہیں۔ حالانکہ کتابت اشاعت کے سارے ذرایع میسر ہیں۔ کثرت سے پرانی کتابیں چھپ چکے ہیں۔ اب میں عین ظلم کی صورت میں بڑی فرد گذاشت تصور کرتا ہوں۔ کہ اس زمانے میں میر عبداللہ بہنفی کے بیش قیمت جواہر پارے زیر پردہ ہیں

ہر ایک خاندانی پیرزادے سادات کو جو کہ اپنے آپکو محترم بزرگان دین کی ذریت سے تصور کرتے ہیں۔ اِس امر کی شکایت کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنے اسلاف کے نام نیک کی بقاء دوام کیلئے غفلت شعاری سے کام لیتے ہیں حالانکہ زمانہ حاضرہ کی ہدایت ہے۔ کہ وہ اپنے بزرگ آباواجداد کے نقش قدم پہ چلکر انکی مصنفہ کتابوں کی نشرو اشاعت میں کوشش کریں۔

تصنیفات میر غریب اندر نثر و نظم

حسبِ ذیل چند کتابوں کے نام جوکہ میر موصوف کے تصنیف کردہ ہیں۔ قلمبند کئے جاتے ہیں۔ (۱) قاید الاعمی یہ ایک بڑی کتاب ہے جس کے ابیات ۲۵۴۸ تعداد میں آئے ہیں۔ عقاید فقہ شرعی مسایل کا بیان بڑی وضاحت سے اس میں مذکور ہے۔ پڑھنے والے لوگوں کے بغیر ان پڑھ عوام الناس بھی اس منظوم کتاب کے سلیس شستہ صاف فارسی نظم کے اثرات فوائد سے متاثر ہونے کے بغیر نہیں رہ سکتے ہیں۔ یہ کتاب اپنی شروع قرارِ ذیل اشعار سے کرتی ہے۔

بسم الرّزاق واللہ والکریم   ہو رحمٰنٌ ورحیمٌ والقدیم
نحمدہٗ حمدًا لربّ العالمین   کلّ یومٍ کلّ لیلٍ کلّ حین
ہو موجودٌ معبودٌ خبیر   وہو مسجودٌ علیٰ کلٍّ قدیر
ہو کانَ غیرہٗ اذ لم یکن   اظہر الاشیاء ہو من امرِ کن
امرَ الانسان من شرعٍ قویم   انزل الفرقان فی طریق المستقیم
الّذی بعثَ النبیّ المصطفیٰ   ہادٍ ذو الرحمۃ للوریٰ آء

(۲) بدء الدجی امام یافعی رح کے مجموعہ نعت النبیؐ کے مشہور قصیدہ کی تحریر کا طرز تقریبًا مدِ نظر رکھتے ہوئے یہ ایک عربی قصیدہ آپ نے لکھا ہے جس میں جناب رسول مقبول صلعم کے اعلیٰ معجزات خصوصیاتًا بیان کئے گئے ہیں۔ یہ چند اشعار جوکہ قصیدہ مذکورہ کے ابتدا میں موجود ہیں۔ پیش کئے جاتے ہیں۔

بسم الکریم لا بتدی   بالشوق فی نعت النبیؐ
بیّنتُ ماذا قال سبے   سلِّم علیہ ربّنا۔
الحمد منا دائما   للہ خلاق السما
نعت النّبی المصطفیٰ   سلّم علیہ ربّنا
لاح الخلیل المقتدی   کالشمس فی افق السّما
نجم الرّسل منہ اختفیٰ   سلّم علیہ ربّنا

ھُوَ عینُ عینِ العالمین	یٰسٓ ختم المرسلین
طٰہٰ شفیع المذنبین	سَلِّم علیہ ربّنا
اَصْلُ الخلائق خِلقۃً	خیر الملائک رفعۃً
صَدرُ الرّسل ھو حکمۃً	سَلِّم علیہ ربّنا
کُلّ المعالی قد عبر	ما رُحْ قطّ ذوالوطر
باللّطف تطفی السّقر	سَلِّم علیہ ربّنا
محرُ الصفا عین الحِکم	کان نبیًا ذاعلم
اذ کان آدم فی العدم	سَلِّم علیہ ربّنا
وَمِنَ الثّریٰ لیلاً سَریٰ	فوق السّمٰوٰتِ العُلیٰ
کُلّ الرّسل لہ اقتدیٰ	سَلِّم علیہ ربّنا
فی قابَ قوسَین طورہٗ	مِن نورِ ربّ نورہٗ
لِلرّوح روحٌ سورہٗ	سَلِّم علیہ ربّنا

اشعار کی تعداد اور قصیدہ کے نام کی نسبت یہ لکھتے ہیں۔

انشاتُ نعتَ المصطفی	کھفُ الزمانہ اسمھا
اقوی الوسیلہ ھی لنا	سَلِّم علیہ ربّنا
الفاظ اسمہ قد آتی	تعداد اشعارٍ لھا
اشفع لنا یا مجتبیٰ	سَلِّم علیہ ربّنا

عربی بدر الدجیٰ [لہ] کے قصیدہ شریفہ کو فارسی زبان میں آپ نے ترجمہ کرکے ایک نئی کتاب کی شکل میں پیش کیا ہے۔

(۳) شکر ذات مختصر وقایہ ایک عربی کتاب کو ایک ایسا زمانہ گذرا ہے کہ فقہ کے ضروری نصاب میں شامل کرتے تھے۔ کوئی عربی دان طالب علم اس بات سے ناآشنا نہیں ہے۔ کہ یہ کتاب الفاظ مضامین کے ادراک فہم کی

لہ بشرط زیست سال رواں میں بدر الدجیٰ کے عربی فارسی دونوں قصیدے طبع کرکے شایع کئے جائینگے

لحاظ سے کسقدر دقیق ہے۔ جس کی دقت میر موصوف نے زایل کردی ہے۔ کہ اس کو نہایت سلیس عام فہم الفاظ میں منظوم ترجمہ کر کے حل کر لیا۔ ترجمہ کا نام شکر ذات رکھا ہے۔

(۴) منظوم عقاید کشمیر کے مسلم باشندوں نے توحید ایمان اسلام رسالت عالم قبر آخرت معاد غرضکہ اس قسم کے ضروری مسایل کی شناخت میں غفلت شعاری کا وہ طریقہ اختیار کر لیا تھا۔ جو کہ حد سے بڑھکر افسوسناک تھا۔ آخر میر موصوف نے اس افسوسناک طریقہ کے ازالہ کے بابت یہ ذریعہ استعمال کیا ہے۔ کہ فارسی زبان میں منظوم عقاید کی کتاب لکھی ہے۔ فارسی نظم کی نگہداشت یادداشت نہایت ہی آسان ہوئی۔

(۵) کشمیری اعتقاد نامہ۔ کثرت سے وہ لوگ موجود تھے۔ جو کہ فارسی زبان کی شناخت سے مطلقاً نابلد تھے۔ کہ میر موصوف نے عقاید کے اہمیت رکھنے والے مسائل کو عام فہم دیسی زبان یعنے کشمیری میں لاکر ایک بہترین تبلیغی کام کیا ہے۔ اہل کشمیر عموماً و خصوصاً اس ترجمہ سے فائدے اٹھاتے رہتے ہیں۔

(۶) عمل یوم لیلہ اللہ والوں کو دن رات کے ضروری مشاغل یعنے وضو غسل نماز اذکار اوراد تہجد وغیرہ کا پتہ یہ ایک رسالہ دیتا ہے

(۷) نحلۃ العرفان اس قسم کی جاہلانہ علت عوام الناس کی بات چھوڑ دیجئے۔ بعض دانشمندوں میں بھی موجود تھی۔ کہ شریعت کو طریقت کیخلاف اور حقیقت کو معرفت کے خلاف تصور کرتے ہوئے مخالفانہ بے اثر ہنگامے برپا کرتے تھے۔ اسی اثنا میں میر موصوف نے ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے موزون شعروں میں اس بات کی طرف وضاحتہً اشارہ کیا ہے۔ کہ یہ چار چیزیں الفاظ کے لحاظ سے متفاوت پائے جاتے ہیں۔ اور اصلیت سے ناآشنا ظاہر بین لوگوں کی نگاہ میں مختلف چار شکلیں ہیں۔ مگر راز و رموز شناس اصحاب ان کو ایک ہی معیار پہ لاکر معرفت کو حقیقت کا لب لباب اور حقیقت کو

طریقت کا نتیجہ بلکہ طریقت کو شریعت کا اثر تسلیم کرتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر **نخلۃ العرفان** کے چند شعر پیش کیے جاتے ہیں کہ

معرفت تخم و شریعت چون درخت سایہ دار
این طریقت شاخ باشد و آن حقیقت میوہ ہا

میوہ چون آوردہ گشتہ معرفت حاصل تمام
کالرجوع الی البدایہ ہست راہِ منتہا

این حقیقت بے شریعت نیست اصلا در ظہور
زانکہ این باشد درخت و آن ہمہ زیخ و بن

معرفت ہم بے شریعت نیست حاصل ای عزیز
مر شریعت چون ثمر و آن معرفت دارد بنا

مر شریعت ہم حقیقت معرفت دارد رواج
آن یکے بے دیگرے ہرگز نمیباید بقا

(۸) معراج السالکین۔ خداشناسی کے لئے جسکو سلوک کہتے ہیں۔ توبہ زہد توکل قناعت عزلت ذکر توجّہ صبر مراقبہ رضا غرض یہ دس اصول بیان کیے جاتے ہیں۔ ان دس اصول کا نہایت ہی شرح و بسط سے بیان میر موصوف نے اپنی مصنفہ منظوم کتاب میں کردیا ہے۔

(۹) یازدہ کلمہ[ف] نسبت عزیزان یعنے خواجگان عالیشان کے طریقہ شریفہ میں خلوت در انجمن سفر در وطن یادداشت بازگشت وغیرہ صرف گیارہ باتیں اصولاً موجود ہیں۔ یہ ایسے اصولی کلمات ہیں جنکی پوری شناخت ہر ایک نقشبندیہ مشرب عقیدتمند کو ازبس ضروری ہے۔ میر موصوف نے ایک بڑا رسالہ لکھا ہے جسمیں ان کلمات کی شرح کا دل کھولکر عملی جامہ پہنایا

[ف] ۱۲ ابیات میں یازدہ کلمہ کی شرح نہایت ہی صوفیانہ مذاق کی بنا پر آپنے قلمبند کی ہے۔ جو کہ رسالہ ہذا کے حاشیہ پر درج کی جاتی ہے۔ قابل ملاحظہ ہے۔ **یازدہ کلمہ خواجگان**

یازدہ کلمہ خلاصہ از طریق خواجگان ہست گویم یاد داری ای برادر ہر زمان
ہوش در دم ہم نظر اندر قدم آمد بشنو ہم سفر اندر وطن در انجمن خلوت بدان

اور مبصرین کے لئے سفر در وطن خلوت در انجمن غرض اس قسم کی صوفیانہ روحانی
ہدایات و تعلیمات کا انکشاف کر دیا۔

(۱۰) کشف الاسرار جناب بابا عثمان چشتی رادھو نے صوفیانہ مذاق کے
دس سوالات قلمبند کر کے میر موصوف کے پاس بھیجدئے ہیں۔ جواب کا مطالبہ کیا
میر موصوف بھی خط کا مضمون دیکھتے ہوئے قلم کو جنبش دے گئے۔ جوابدہی کا
فریضہ بخوبی ادا کر کے کشف الاسرار کے نام پہ ایسے صوفیانہ نکات تحریر کئے ہیں
جو کہ بااثر مطمئن تھے۔ تصوف کی باتوں کے واقفان کار کے علاوہ ظاہری
علما بھی کشف الاسرار کی خوشنما روح افزا تحریر کا طرز طریقہ دیکھکر مصنف کی
اعلیٰ رموز شناسی کا اعتراف اور شکریہ ادا کرتے رہے۔

(۱۱) شرح الابیات

سرِ خدا کہ عارفِ سالک بکس نگفت — در حیرتم کہ بادہ فروش از کجا شنید

یہ ایک شعر ہے۔ جسمیں سر خدا عارف سالک اور بادہ فروش کے الفاظ پائے
جاتے ہیں۔ میر موصوف نے ان تین صوفیانہ اصطلاحات کی مراد نہایت ہی
تفصیل سے قلمبند کر کے مبصرین کے سامنے رکھدیا ہے۔ اور ایک بڑا رسالہ
بن گیا

(۱۲) شمایل نبوی ؐ جناب رسول مقبول ؐ کے حلیہ شریفہ کا بیان آپ نے
نہایت ہی تحقیقات سے کام لے کر بااثر نظم میں درج کیا ہے۔

(۱۳) زفاف سیدۃ النساء جناب سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضؓ کے
زفاف کا تذکرہ دراصل درد آمیز ہے۔ میر موصوف نے یہ واقعہ قالب نظم میں لاکر
نہایت پُر درد بااثر بنایا ہے۔ اور مشہور کر دیا ہے۔

ؔ خواجہ جمال الدین اشائی کے خلف الصدق جناب شیخ محمد چشتی اپنے زمانے میں آپ اپنی نظیر تھے ۱۱۲۶ھ
طریقہ چشتیہ کی تعلیمات کو روضۂ کشمیر کے اندر نئی زندگی اور کامل اشاعت پیدا کی۔ شیخ رادھو
آپ کی وفات کی تاریخ ہے۔ بابا عثمان آپکے نبیرے ہیں۔ جو کہ علم و عمل میں یکتائے روزگار تھے
چند کتابیں آپکے مصنفہ یادگار ہیں۔ مکتوبات نہایت ہی اعلےٰ پیمانہ پر مشہور و موجود ہے

(۱۴) معراج نامہ صحیح احادیث کی رو سے معراج شریف کے بارے میں جو باتیں ثابت ہوئے ہیں۔ وہ میر عبداللہ بیہقی نے اپنے منظوم رسالے میں درج کئے ہیں۔ فارسی زبان میں پھر کشمیری ترجمہ میں تمام واقعات کو درد آمیز نظم کا جامہ پہنایا۔ جو کہ نہایت ہی مقبول ہوا ہے۔ خاص اور عوام الناس بھی نہایت ہی محبت سے اسکو پڑھتے ہیں۔

(۱۵) رموز وصول (۱۶) چار دہ خانوادہ (۱۷) پانچ شجرے وغیرہ میر موصوف سے یادگار ہیں۔

اندرابی سادات کے مشہور خاندان کے ایک شریف بقول بعض میر حاجی عتیق اللہ اندرابی کی صاحبزادی سے میر عبداللہ بیہقی نے شادی کی ہے۔ جس کی بطن سے میر قاسم میر کمال الدین میر جمال الدین تین فرزند پیدا ہوئے ہیں۔ دوسری بلکہ تیسری شادی کے نتیجے یہ ہیں۔ میر خلیل اللہ میر نظام الدین میر یوسف میر حسن میر برخوردار ہیں۔

آٹھ بیٹے اور دو لڑکیاں آپ کی یادگار رہ چکے ہیں۔ ایک صاحبزادی کی میر عطاء اللہ اندرابی سے نکاحاً مواصلت ہوئی۔ جو کہ میر محمد اعظم اندرابی زین پوری کے فرزند تھے۔ میر احمد شاہ ایک فرزند میر عطاء اللہ اندرابی سے پیدا ہوا تھا۔ جس کے دو بیٹے میر صمد شاہ میر محمد شاہ ہیں۔ دوسری صاحبزادی بی بی خدیجہ بانو میر امیر الدین کے عقد میں آئی تھی۔ جو کہ میر محمد عاصم کے بیٹے تھے۔ میر محمد عاصم کے والد ماجد کا نام حاجی میر عتیق اللہ اندرابی ملارٹی تھا۔ میر امیر الدین ایک بیٹے احمد شاہ اور دو صاحبزادیاں ہاجرہ بانو زینہ بانو کے باپ ہیں۔ زینہ بانو میر عبد الصمد قادری کادی کدلی کی منکوحہ تھی۔

لہ سنہ ۱۱۵۹ھ میں ایک بڑا صدمہ روضۂ کشمیر پہ عاید ہوا ہے۔ کہ سارے باشندے غلات کی نایابی کی مصیبت میں مبتلا ہوئے ہیں۔ باشندوں نے حکومت، افراسیاب خان کے خلاف ہنگامے برپا کئے ہیں۔ ہنگامہ کا سرگردہ حاجی میر عتیق اللہ تھا۔ افراسیاب خان نے اپنی عملداری سے منتظمہ کارروائی کرتے ہوئے حاجی عتیق اللہ کو گرفتار کرکے قتل کیا۔ سید منصور کے میدان میں منتقل کرکے آپ [illegible] دفن کئے گئے ہیں۔

میر اسعد شاہ کے ورثہ ایک فرزند میر غلام الدین اور ایک دختر بی بی خدیجہ بانو موجود تھے۔ میر غلام الدین نے میر محمد اسلم ابن میر محمد صالح قاضی سوکالی پوری کی صاحبزادی سے نکاح کیا جس کی بطن سے میر محی الدین میر محمد شاہ اور ایک صاحبزادی یہ تین ورثا پیدا ہوئے ہیں۔ صاحبزادی کی شادی میر غفار شاہ کے پوتے میر میرک شاہ نام سے ہوئی۔ میر غفار شاہ میر مجید شاہ میر میرک شاہ مچھ لوان پرگنہ چھراٹ میں سکونت رکھتے تھے۔ پیری و مریدی کا سلسلہ بخوبی چلاتے تھے۔ چنانچہ ان کی اولاد و احفاد بھی اپنے آبا کے پیشہ پر قایم ہیں

اب میر عبد اللہ بیہقی کے متعلق ایک بات باقی رہی ہے۔ وہ یہ ہے کہ محمود شاہ درانی شجاع الملک کی عملداری اور سردار عطا محمد خان ناظم کشمیر کے زمانے میں جبکہ مولوی امیر الدین مفتی قاضی القضاۃ منتخب ہو کر استقلالاً قاضی کشمیر مقرر ہوئے تھے۔ بتاریخ ۹ ماہ محرم یوم دوشنبہ ۱۲۲۶ھ میں آپ نے انتقال کیا۔ وفات کی تاریخ ہے ؎

ز سال رحلتش تاریخ جستم — سوی فردوس چون آن مقتدا رفت
سروش غیب گفتا آه ہے ہے — ز عالم بادشاہ اولیا رفت

ایضاً

سید السادات عثمان زمان — میر عبد اللہ بے مثل جہان
عقل در تاریخ شان گردید تفت — آمد از غیبم ندا مرشد برفت

؎ عبید الغنی اور عظیم الورا یہ دو فقرے ہیں جو کہ مولوی مفتی امیر الدین کی ولادت و وفات پر دال ہیں۔ علامہ مولوی ہدایت اللہ متو آپکے والد ماجد ہیں۔ میر شاہ ابو الفتاح سمنانی کو گنگی سے آپکو مادری تعلق تھا۔ پٹھان شاہی کے زمانے میں قضایائے کشمیر کے عہدے پر مامور منتخب ہوئے تھے۔ حقانیت دیانتداری سے کام کرتے رہے۔ فتوے نویسی کے علاوہ درس و تدریس اور تصنیفات کا سلسلہ آپنے بخوبی وسیع بنایا۔ مولوی عبد القدوس آپکا بیٹا تھا۔ جناب شیخ محمد اکبر ہادی تارہ بلی سے آپنے بیعت کی تھی۔ نقشبندیہ بزرگان دین کیخدمت میں روحانی تعلیمات کا بڑا سرمایہ حاصل کیا

میر عبدالرشید بیہقی کے زیارتگاہ میں آپ بھی دفن کئے گئے ہیں - یہ زیارتگاہ سابقہ زمانے میں محدود ایک سنگ بست صفہ کی صورت میں موجود اور محفوظ تھی - ایک خاص زمانہ گذر کر حضور بابا بوبہ ندی مشہور پشمینہ باف کارخانہ دار نے جو کہ بیہقی سادات کے بابرکت خاندان کے پکے سچے عقیدتمندوں میں سے تھا اپنی جیب سے ایک بڑی رقم دے کر زیارتگاہ موصوف کی تجدید ترمیم کرائی - یہ مرمت میر خلیل اللہ بیہقی کے زمانۂ حیات میں ہوئی تھی - دو طبقہ مسجد شریف بھی آپ کی زیارتگاہ کے سامنے "کہنہ کوئل" کے کنارے پر قائم ہے جسکی پہلی مضبوط بنیاد پرانے زمانہ کی یادگار ہے - بیہقی سادات کی جد و جہد اور زر چندہ کی جمعیت کی بدولت چند بار کم و بیش اس کی مرمت ہوئی ہے -

جیسا کہ قبل ازین ذکر ہو چکا ہے - کہ میر عبداللہ بیہقی نے دو سے زاید شادیاں کی ہیں - مگر دو ہی شادیوں سے اولاد صاحبزادیاں اور صاحبزادے پیدا ہوئے ہیں - آٹھ بیٹے آپ کے قابل لایق یادگار رہ چکے ہیں - جن میں میر قاسم عمر کے لحاظ سے بڑا تھا - اور اوضاع و اطوار کے اعتبار سے نہایت ہی صوفیانہ سیدھی سادھی روش اختیار کر گئے ہیں - اپنے باپ کی وفات کے بعد تھوڑی ہی مدت گذر کر دو بیٹے میر مبارک شاہ میر احمد شاہ اور ایک صاحبزادی چھوڑ کر انتقال کیا -

میر احمد شاہ اخلاق عادات عارفانہ تہذیب کے لحاظ سے اپنے بزرگ اسلاف کے کامل نمونے تھے - سنہ ۱۲۹۵ھ میں آپ نے انتقال کیا - میر عبدالغنی آپکے بیٹے ہیں وہ بھی با اخلاق صاف ضمیر پاک طینت بزرگ ہیں -

---

ط آپ کا مخصوص دستور العمل یہ تھا - کہ کثیر التعداد متمول خدام احباب کے دولتخانے پر جا کر نذورات ہدایا وصول کرتے تھے - اور اپنے غریب غیر مستطیع مریدوں کو نقد حال کرتے ہوئے امداد دیتے تھے - سیدھی سادھی شایستہ وضع زاہدانہ زندگی آپ نے اختیار کی تھی - اور اپنی برادری کے افراد آپکو عزت کی نگاہ سے دیکھتی تھی - ك میر عبدالرشید کی متبرک زیارتگاہ پر کثرت سے اولیای کرام حاضر ہو کر زیارت کو آداب بجا لاتے تھے - خصوصاً جناب درویش عبدالرحیم صاحب فانی کثرت سے زیارت پر آکر روحانی فیوضات اخذ کرتے تھے بیان کیا جاتا ہے - کہ آپ کی والدہ ماجدہ بیہقی سادات سے نسباً تعلق رکھتی تھی -

در وطن کردن سفر یعنی بجسم خویشتن
از صفتہای بشر سوی ملک گردد روان
در ذمیمہ بگذرد سوی حمیدہ انتقال
مینماید تا کہ گردد زبدۂ اہل جہان

ؔ موضع چیوڈارہ کے ایک شریف خاندانی سید سیف الدین خاں کی صاحبزادی ہے جو کہ میر قاسم بیہقی کے عقد نکاح میں آئی تھی۔ میر مبارک پیدا ہوئے ہیں۔ جس کی ولادت کی تاریخ "بختیار" کے فقرہ سے نکالتے ہیں۔ اوّلاً آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی اجازت سے جو کہ بڑی نیک سیرت پاک طینت عورت تھی۔ کثرت سے درود حضور کا ورد پڑھا۔ جناب محبوب سبحانی شیخ سید عبد القادر جیلانی رضؓ کی نورانی روحانیت کی تشریف سے مشرف ہُوا۔ روحانی امداد پائی۔ اِسی اثناء میں جناب سید شاہ ابو الحسن قادری پشاوری کے منسوبین سے سید ولایت شاہ قادری لاہوری نے جناب محبوب سبحانی رضؓ کے ارشاد پہ یہاں آکر میر محمد انور اندرابی کے دولتخانے میں جو کہ میر عبد الرشید بیہقی کے زیارتگاہ کے آس پاس واقع تھا۔ اقامت اختیار کی۔ میر مبارک بھی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت کا ہاتھ دیدیا۔ تعلیمات کا مشغلہ پایا۔ ارشاد نامہ حاصل کیا۔ میر عبد اللہ دوار کی قادری کے والد ماجد سید مصطفےٰ شاہ دوار کی سے جنکا مسکن محلہ بٹہ مالنہ میں تھا۔ اور میل سامی شاہ شاہ نور اللہ ناشوتی وغیرہ سے تعلق پاکر اذکار ورد وظائف اور صوفیانہ اجازات کی کامل شناخت حاصل کر لی۔ عالم ارواح جنیات کی تسخیرات تعویذ نویسی کے فن میں پوری مہارت رکھتے تھے۔ آپ کے باا‎ثر مقبول دعاؤں کی بدولت بڑی کثرت سے مجنون پاگل آدمی ہوش و حواس میں آگئے ہیں۔ پیری و مریدی تعویذ نویسی کے نذورات فتوحات کا کثیر حصہ فقرا و غربا اور کار خیر میں صرف کیا کرتے تھے۔ طاہر شاہ ہاپہ گام پیر محمد افضل مخدومی میر محمد شاہ شیخہ مار مصطفےٰ شاہ راجہ پورہ احمد شاہ گگرو ورد خوان وغیرہ آپکے فیض یافتہ تھے۔

ؔ موضع چیوڈارہ دھرمنہ کے باشندے اپنے نسب نامے جناب سید علیخان تک پہونچاتے ہیں۔ سید علیخان اور اُسکے باپ سیف الدین خان اگرچہ ابتدا میں متعصب شیعہ کے بڑے زمرے میں شامل تھے۔ اور اپنی ذاتی وجاہت سے کام لیتے ہوئے جابرانہ حملے کرتے تھے مگر اخیر میں ابو الفقراء بابا نصیب الدین غازی روحانی توجہات کی بدولت پدر فرزند دونوں راسخ اشخاص اپنی متعصبانہ پرانے کردار سے بلکہ شیعہ مذہب سے توبہ کرکے اہلسنت کے حلقے میں آگئے ہیں۔ اور خدا رسیدہ بزرگان کرام کے زمرے میں شامل ہوئے۔

میر نظام الدین بیہقی نے جو کہ علم و عمل اور شعر و سخندانی کے فضایل میں اپنی برادری سے مافوق درجہ حاصل کر گیا تھا۔ آپکے انتقال کی تاریخ کا یہ قطعہ لکھا ہے

ای دریغا رو نہفت از دار فانی شیخ دین | آنکہ بُد جاوید اندر راہِ حق ثابت قدم
سر کشید از بحرِ فکرت سال وصلش گفت عقل | کرد رحلت سید الانسب عالی ہمم

میر لطف اللہ میر حفیظ اللہ قابل و بیٹے[1] آپ کے جانشین تھے۔ میر حفیظ اللہ سنہ ۱۲۹۰ھ میں فوت ہوئے ہیں۔ میر نصر اللہ[2] ابن میر سیف اللہ شاہ کی صاحبزادی آپکی والدہ ماجدہ تھی۔ خدیجہ بانو کی شادی جو کہ میر لطف اللہ کی ہمشیرہ تھی۔ میر عبد الغنی بیہقی سے ہوئی ہے۔ میر لطف اللہ نے سنہ ۱۳۴۳ھ میں انتقال کیا "خاتم الکرام" آپ کی وفات کی تاریخ بیان کیجاتی ہے۔ والد ماجد سے آپنے باطنی تعلیمات ورد و وظایف کی اجازت حاصل کی تھی۔ اور روحانیت بڑی پایہ کی پائی تھی۔ چنانچہ پیری مریدی کا بڑا رسوخ اعتبار حاصل کرتے ہوئے محترم مکرم مانے جاتے تھے

میر نظام الدین اپنے والد ماجد میر عبد اللہ بیہقی کے آغوش تربیت میں رہے ہیں۔ نسبت عزیزان کی تعلیمات مشاغل طے کر گئے ہیں۔ متوکلانہ زندگی خلوت نشینی آپنے اختیار کی تھی۔ غیر مانوس تعلقات یہاں تک پیری مریدی کے اِدھر اُدھر دیہاتی دورہ کا مشغلہ چھوڑ دیا۔ صوفیانہ رنگ میں آپنے شعر و نظم و سخندانی کا خوش ذائقہ پایا۔ عقل و عشق ایک منظوم رسالہ آپ نے لکھا ۱۲۸۲ھ میں آپنے آخرت کی راہ لے لی۔ ایک ارجمند فرزند میر عصام الدین اور ایک صاحبزادی آپ کے ورثہ باقی تھے۔ صاحبزادی کا عقد نکاح جناب سید یوسف شاہ بقائی نواب بازاری سے آپنے کیا تھا۔

[1] سید علیخان چیوہ ڈاری کی ذریت کثرت سے موجود تھی۔ اور متعدد گاؤں میں آجکل بھی موجود ہے ملا بہاء الدین متو نے اپنی مصنفہ منظوم سلطانی میں آپکا نسب نامہ لکھا ہے۔ اور نسب نامہ کے اثبات کے لئے ملا حیدر رشتو کا حوالہ دیا ہے۔ بہر حال میر نصر الدین سید علیخان کے ذریت سے تھے بارسوخ اور متمول پیرزادہ تھا۔

بازگشت چون از زبان و دل بگو لا اله | پس بگوید که توئی مقصود من ای ستان
میکند نفی خواطر از بد و نیک آن قدر | که شود فارغ ز غیر حق نماند ایچ آن

نقوی شعار میر عصام الدین کے جو کہ سنہ ۱۳۲۱ھ میں انتقال کر گئے ہیں۔ مشہور بیٹے کا نام میر نجم الدین تھا۔ جس نے قرآن مجید کا حفظ کر لیا۔ اور عربی فارسی تعلیمات کے شغل میں مصروف رہ کر سید یوسف شاہ بقائی[1] سے بقدر ضرورت ملکہ حاصل کیا۔ اسی اثنا میں بخارائے شریف کے فاضل اجل ایک بزرگ اخوند ملا عبد الغفور نے روضہ کشمیر کی سیر و سیاحت کا لطف اٹھا کر خواجہ امیر الدین پہکلیوال کے دولتخانے میں ایک خاص مدت تک اقامت اختیار کر لی۔ میر موصوف کو آپ کے بہترین کمالات کا علم ہوا۔ تو دوڑ کے آیا۔ علم ظاہری کی تحصیل کے ساتھ ساتھ باطنی روحانی فیوض و برکات کی بڑی دستگاہ حاصل کی۔

تعویذ نویسی وردخوانی عزایم عملیات جفر رمل طب تکسیر وغیرہ میں بڑی قابلیت حاصل کرتے ہوئے بڑی خوشحالی سے کام لے لیا۔ حالانکہ استغنا کامل توکل زاہدانہ زندگی آپ نے اختیار کر لی تھی۔ مبدء فیاض نے آپ کے عملیات میں ایسی تاثیر بخشی تھی۔ کہ ہزارہا بیمار پاگل محتاج فقرا و غربا آپکی تھوڑی سی توجہ ہمت سے صحتیاب کامیاب ہوئے ہیں۔ سرینگر دیہات میں آپ کے با اثر مخصوص عملیات فیوضات نے قابل کار تعویذ نویس وردخوان اور خدا شناس اشخاص کثرت سے پیدا کئے ہیں۔ عشق وحدت تصوف سلوک کے لطیف خوش فی الفہ نکتے موزون شعر و سخن کے ذریعہ سے ادا کرتے رہے دو شادیاں آپ نے کیں ہیں۔ پہلی شادی میر قدرت اللہ شاہ قادری کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ میر نور الدین میر حسین شاہ دو فرزند پیدا ہوئے ہیں۔ مسجد شریف کے موجودہ امام میر غلام محمد بیہقی نے دوسری شادی سے وجود پایا۔ جو کہ سید حافظ محمد شاہ قادری نقشبندی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔

[1] جنۃ الدنیا کی کتاب میں بالاختصار حوالہ دیا گیا ہے۔ کہ جناب سید علی ہمدانی رضہ میر محمد ہمدانی کی ذریت روضہ کشمیر کے بڑے احاطہ میں موجود تھی۔ جسمیں سید شاہ ابو البقا پہکلی نوابازاری کا نام بڑی خصوصیت سے لیا جاتا ہے سید یوسف شاہ بقائی سید شاہ ابو البقا کی ذریت سے ہیں جو کہ سنہ ۱۳[illegible]ھ میں فوت ہوئے

ہم نگہداشت آمدن این یک نفس را چند بار
میکنند تکرار کلمہ باید از غفلت امان
یاد داشت اینجا عبارت از دوام آگہی است
با کمال ذوق خاصہ میبو چون عاشقان

سنہ ۱۳۱۴ھ میں میر نجم الدین[1] نے فانی دنیا کو الوداع خیرباد کہا۔ تاریخ وفات یہ ہے

چون برفت از دارِ فانی مرشدِ ما پیر ما	بہر سالِ وصل گشتم ملتجی از کبریا
ناگہان آمد ندا از ہاتفِ غیبم ہمین	جا شدہ نجم الہدا بخلدِ برین

میر نورالدین اپنے والد ماجد کے علاوہ جناب درویش عبدالرحیم صاحب فانی کے حضور میں آکر تعویذ نویسی اور سالکانہ مشاغل کی اجازت حاصل کر گئے ہیں۔ "خجستہ سیر" آپ کی وفات کی تاریخ ہے۔

میر خلیل اللہ بیہقی نے اپنے محترم مکرم والد ماجد میر عبداللہ بیہقی کی جگہ لے لی نوے ۹۰ برس کی عمر تک زندہ رہے ہیں۔ تاریخ وفات یہ ہے۔

جستجو کردم زہاتف گفت تاریخ شگفت	مرغ گلزارِ سیادت دامن رضوان گرفت
شیخ برحق از سرِ عزت بگفتا ۔ ہاتفی	سالِ وصل سید عالی نسب بالا نشین

مولوی اسداللہ شاہ کامراجی بہادر پوری کی دختر سے آپ نے عقد نکاح کیا تھا جسکے نتائج یہ ہیں۔ میر عبدالمجید میر ابراہیم اور میر علی شاہ میر عبدالمجید کے چار فرزند ہیں۔ میر محمد شاہ میر احسن شاہ میر ولی اللہ شاہ میر بہاءالدین میر ابراہیم کو شاہ جی بھی کہتے ہیں۔ سنہ ۱۲۳۷ھ میں آپ پیدا ہوئے ہیں۔ ملا نجم الدین کامراجی سے ظاہری تعلیم کا ملکہ حاصل کیا۔ پھر پنجاب پشاور کی راہ لیکر مولوی عبدالغفور سواتھ بنیر والے حضرات کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ سلسلہ قادریہ سہروردیہ کی ضروری ہدایات کی اجازت حاصل کی۔ پیری مریدی کا مشغلہ اختیار کیا۔ سنہ ۱۳۰۰ھ میں فوت ہو گئے ہیں۔ تاریخ

پئے سالش سروشِ دل ندا داد	محل شاہ جی خلدِ برین باد

[1] پیر محمد شاہ پانزانی ایک مشہور پیرزادے تھے جو کہ میر نجم الدین کا مخصوص تربیت یافتہ تھا۔ اپنے شفیق مربی کی وفات کی تقریب پر میر نجم الدین کے اعداد ۱۳۰۴ تین دفعہ حساب لگا کر آپ کی وفات کی تاریخ نکالی ہے میر نجم الدین کے علاوہ بڑی تعداد میں وقت کے شعرا نے انکی وفات کے موقع پر تاریخیں پیش کئے ہیں۔ طوالت باعث ترک کئے گئے ہیں۔

در وقوفِ آن زمانی میبود کہ راہ رود
واقفِ احوال باشد اینکہ نفع است یا زیان
در عدد آمد وقوف آنکہ شمارد ذکر دل
تا پریشان نگردد خاطرش در ہیچ آن

میر غلام الدین [1] میر یوسف شاہ آپکے پسندیدہ اخلاق دو فرزند موجود تھے
میر یوسف شاہ جوانی کے عالم میں تھا۔ کہ آخرت کا سفر اختیار کرلیا۔ میر غلام الدین نے
روشن ضمیر فقیر احمد شاہ لارمی قادری اور مخدوم پیر رسول شاہ قریشی سے
وظایف اولاد کی اجازات حاصل کرلئے۔ ۶۳ سال کی عمر میں انتقال کیا۔
میر محمد شاہ کی وفات ۱۳۲۷ھ میں واقع ہوئی ہے۔ میر ولی اللہ شاہ
جبتک زندہ تھے۔ مسجد شریف کی امامت کا فریضہ ادا کرتے رہے۔ ۷۴ سال کی
عمر میں انتقال کر گئے۔ "با فضیلت بود" کے فقرے سے آپ کی وفات کی تاریخ
نکالتے ہیں۔

میر احسن شاہ کی وفات کی تاریخ یہ ہے۔

بیہقی جبرائیل دل گفتا سر زدہ
میر احسن زیبد اندر سایہ عرش مجید

میر جمال الدین بیہقی سے جو کہ جناب میر عبداللہ بیہقی کے دوسرے بیٹے تھے
صرف تین ہی صاحبزادیاں باقی رہ چکی ہیں۔ محمود شاہ کے بیٹے مصطفےٰ شاہ عنائی
اُن ہی زمانے میں دنیاوی وابستگیوں گھر بار کو الوداع خیرباد کہکر میر جمال الدین کے
حضور میں اپنا سکون پایا۔ ایک خاص مدت تک اپنے پیر و مرشد کے دولتخانے میں
رہائش اختیار کی۔ خدمتگزاری کے فرائض بخوبی اسلوبی انجام دیتا رہا۔
چنانچہ پیر و مرشد نے آپ کے عمدہ عادات اخلاق کو دیکھتے ہوئے حد سے زاید
مسرت کا اظہار کیا۔ یہاں تک کہ اپنی ایک نیک اختر دختر کی نسبت سے محظوظ
بنایا۔ دامادی کی حیثیت سے اپنے گھر میں رکھا۔ فرزندانہ پرورش کی۔
صدر الدین مصطفےٰ شاہ کا فرزند تھا۔ میر مبارک بیہقی کے عقد نکاح میں
میر جمال الدین کی دوسری صاحبزادی آئی تھی۔ جو کہ لاولد فوت ہوئی۔

[1] شیخ محمد شریف دیجہ پوری کے بیٹے شیخ سلام الدین سے آپنے تربیت حاصل کی تھی۔
کہتے ہیں۔ کہ آپ شاعرانہ مذاق بھی رکھتا تھا۔ چند رسایل آپ کی طبیعت کے نتائج تھے۔ جو کہ گم
ہوگئے ہیں۔

چند بارے یک نفس تکرار ذکر دل کند
تا کہ از علم لدنی بہرہ یابد در زبان
آن وقوفِ قلبی آمد کہ دلِ ذاکر دوام
واقف و آگاہ باشد از خداوندِ جہان

شوپیان کے اِردگرد علاقہ جات موضع الیال پورہ چھتہ گامہ وغیرہ میں
میر عبداللہ کی ذریت موجود تھی۔ بلکہ موجود ہے۔ چنانچہ میر ضیاءالدین المعروف میر مرزا
ایک پیرزادے موضع الیال پورہ میں پاپرجا تھے۔ جوکہ میر حسن کے بیٹے ہیں
میر حسن نے اپنے والد ماجد میر عبداللہ بیہقی کی وفات کے بعد شوپیان کی راہ
لے لی۔ جہاں کہ ایک متمول مخلص کے گھر میں سکونت کا خیمہ و خرگاہ ڈالا۔ میر
برخوردار کی نسبت بیان کرتے ہیں۔ کہ وہ میر اسداللہ شاہ ایک ہی بیٹے کے
باپ ہیں۔ جس کے دو بیٹے میر سلیمان شاہ میر صدر شاہ موجود تھے۔
میر اکبر شاہ میر مقبول شاہ دونوں فرزند میر کمال الدین بیہقی سے یادگار ہیں
میر اکبر شاہ سے میر قمرالدین میر حبیب اللہ اور میر مقبول شاہ سے میر سعید شاہ
ابنہٗ میر قاسم شاہ موجود تھے۔ جوکہ اپنے باپ کے سلیقے پہ چلتے تھے۔
میر قمرالدین سے پانچ بیٹے میر غلام الدین میر احمد میر یوسف. میر سکندر شاہ
میر حبیب اللہ ایک ہی فرزند میر حفیظ اللہ کا باپ تھا۔
جناب میر عبدالرشید بیہقی رح کے خاص محدود مقبرہ کے اندر جوکہ تعمیر شدہ
روضہ کی صورت میں موجود ہے۔ شرقاً میر محمد بیہقی مدفون تھے۔ جن کی قبر کے
نشانے چند عرصہ سے مٹ گئے ہیں۔ میر عبداللہ بیہقی میر عبدالمجید
میر خلیل اللہ میر محمد شاہ میر احسن شاہ میر نجم الدین محدود زیارتگاہ کے
خاص احاطے میں دفن کئے گئے ہیں۔ محدود زیارتگاہ کی چار دیواری کے باہر غربی
حدود میں دو طبقہ مسجد شریف کی عمارت قایم ہے۔ مسجد شریف کے پوڈے کے
سامنے میر ولی اللہ شاہ امام کی قبر کی علامت پائی جاتی ہے۔ میر کمال الدین بیہقی
میر کمال الدین اندرابی میر قمرالدین میر غلام الدین سیف الدین میر قاسم شاہ

میر محی الدین شاہ موجود ہیں۔

میر ضیاءالدین کے تین بیٹے میر رسول شاہ میر جعفر شاہ میر غلام شاہ کے اولاد در خانہ
نے زمینداری کا مشغلہ بھی اختیار کر لیا۔ اور دیہاتوں میں اِدھر اُدھر پھرتے ہوئے اپنے آباد
اجداد کے خدام احباب سے نذر و نذرانہ اور جا بوے وصول کرتے ہیں۔

تمت بالخیر

دہ بعبداللہ کہ وصفش می نیاید در بیان
یا الٰہی از بحار فیض خود یکجرعہ

میر مبارک شاہ میر حفیظ اللہ میر نظام الدین میر عصام الدین میر شاہ جی
میر غلام الدین میر علیشاہ میر لطف اللہ میر نور الدین میر جلال الدین
میر احمد شاہ میر عبد الغنی میر مصطفےٰ شاہ صدر الدین عزیز الدین
یوسف شاہ وغیرہ یہہ ہمارے محترم افراد جو کہ زیارتگاہ کے شرق جنوب کے حدود میں
مگر محدود روضہ کے باہر مدفون ہیں۔ اپنے وقت میں ورد خوانی تعویذ نویسی
غرض پیری و مریدی کے رسوم بجا لاتے ہوئے اپنے با برکت احترام پسند آباد اجداد کے
نقش قدم پہ چلکر دیہاتوں میں بخوبی دورہ کرتے تھے۔ اور اپنے خاندانی مریدوں خدام
احباب کو زیر اثر رکھتے تھے۔ ع "خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را"

وفات نامہ محبوب سبحانی رضی اللہ عنہ مصنفہ میر عبد اللہ بیہقی

غوث اعظم قطب عالم شاہ دین فخر کبار — شاہ عبد القادر است آن بحر فیض بے کنار
گفت قدمی ھذہ شیخان ہمہ اقرار کرد — گاو آن سلطان دین مر شیر را کردہ شکار
در مقام لی مع اللہ واقف سر نبی — قایل انتم رجالی واقف سر وجہار
گفتہ است آن شاہ عالم چون شنیدم فضلتے — رتبہ بنگر تا چہ دارد نزد آن پروردگار
با مریدے لا تخف یعنی مترس از ہیچ کس — کہ شفیع تو منم ہم پشتبان یوم القرار
چونکہ نادانی بگفتا یعنے ہر عالم بخوان — حاضرم من پیش تو در رہگذار و کوہسار
نیز از دشمن مترس از ذکر دی امین نشین — زانکہ ہستم غالب و شمشیر زن در کارزار
ہست از نسل حسن ہم حسینی آمدہ — زبدۂ اولاد پاک حیدر دلدل سوار
بہر اخبار آمدے ہر سال مہ در پیش او — تابعان امر ایشان جملہ لیل و نہار
بود اندر مہد صائم در بزرگی ہم قیام — بہر استغفار پیشش آمدندی وزدہ دار
در نوازندۂ ستایش منصب عالی گرفت — مردہ ہا را زندہ گردانید آن والا تبار
در دہ اعشر ہشتر اشعبل کردہ ماہ صوم — با تضرع گفت ادای خوبردئی عمگسار

بعد ازین این بنده را از خدمت فخر مهدی سنین
چون ربیع الثانی آمد زار شد آن شیخ دین
شیخ سیف الدین که بوده اولین فرزند او
گفت تقوی و توکل هم تورع پیشه کن
عبد جبار بعد ازان آمد که لفظی بشنود
گفت بگو چیست احوال تو ای شیخ هدی
گر بظاهر باشما ورنه هیچ دانم ای عزیز
درمیان خلق و من خرقی بود بی انتها
آنچنان در سر علم قدم گشته عیان
حال من بقدر فهم خلق و مخلوقات نیست
صیحه زد بعد ازان مشغول ذکر خاص شد
انعقاد مجلس ارواح گشت و گفت هین
مجلس ارواح هر دم میفزود او توبه داد
چونکه کامل گشت نخل عمر آن سرو بهشت
در زمان اقبال عزرائیل آمد در ظهور
گفت از غیرت امام الاولیا معشوق حق
یازدهم روز دوشنبه بهنگام سحر
درمیان قدسیان آواز واویلا بجست
چشم نرگس اشک حسرت ریخت گل هم چاک زد
جامه نیلی کرد سوسن یاسمن زردی گرفت
هست "معشوق الهی" سال وصل آن ولی
میر عبد الله آمد خاکروبی در گهش
یا الهی بر سر آن شاه جیلان رض بزم دست

از فراقت چشم من گشت است دایم خونفشان
آوریده پیش خود اولاد پاک نامدار
التماس یک وصیت کرد که بر من بیار
بر سر توحید و تجرید قدم نه استوار
ماند به پاپیش آن شهباز دشت اعتبار
گفت تن زار است وهم رست فرح بیشمار
لیک در باطن خداوند کریم غمگسار
همچو فرقی که زمین راهست با چرخ دوار
که نمیدانم که جسمم هست پر درد و نزار
گرچه آنکس میرود مقبول حق تقوی شعار
مستفیض از فیض ایشان هم صغار و هم کبار
دور باشید که ملایک آمد اینجا بی شمار
هر نفس بوده سلام او میشنودی صد هزار
از قضا باد خزان آورد بر ایشان گذار
از برون تهلیل خوان شد وز درون در انتظار
نیست از موت و ملک پروا مرا ای کامگار
مرغ روحش شد روان بگرفت جا دار القرار
مخلصانرا شد جگر پاره چو برگ کوکنار
جامه خودرا درین ماتم بمانده سوگوار
اشک ریزان ناله و آواز ساز آن همه یار
در توله "عاشق" آمد سال در شاهوار
گوئیا در بحر عرفان غوطه خورد با جمله بار
از من و از جمله یاران از تحیت صد هزار

پیرانِ طریقت جناب خواجہ محمد مراد ٹننگ ہے جو کہ میر عبدالرشید بیہقی کے خاص باختصاص پیر و مرشد تھے۔ جناب خواجہ بزرگ سید بہاء الدین محمد نقشبندؒ بخاری تک بلکہ جناب خواجہ بزرگ سے لیکر جنابِ رسولِ مقبولؐ تک پیرانِ طریقت کے متبرک اسما منظوم مناجات کی صورت میں پیش کئے جاتے ہیں ؎

خدایا بشاہنشہ کائنات ... گرامی دُرِ دُرجِ ذات و صفات

باولاد و احفادِ والا مقام
کز ایشان شدہ کاخِ دین مستقیم
بسلمان کہ داعیٔ اسرار بود
باوجِ شرف مہرِ تابانِ علم
خدایا بسلطانِ دین بایزید
امامِ زمین مقتدائی زمن
بقطب الوریٰ شیخ یوسف جمال
امامِ زمان خواجہ غجدوان
بمحمود شہباز ایوانِ فقر
خدایا بسید امیرِ کلال
بیعقوب چرخی عرفانِ او
عبید اللّٰہ آن شاہِ آزادگان
بدرویش نامی سلیمان حشم
کہ در امکنہ داد ارشاد دام
بشیخ احمد آن خضرِ راہِ منیر
سعید انل آسمانِ رفعت است
بحبل المتین شیخ صاحب شاہ
امامِ زمان میر عبدالرشید

باصحاب و احباب ذی احترام
بتخصیص آن بحرِ اسرارِ دین
دلش مطلعِ صبحِ انوار بود
بشاہِ کہ بر قدسیان فائق است
شد از علمِ او عالمی مستفید
بآن کاشفِ مشکلات جلی
صفا بخشِ دورانِ فضل و کمال
بسلطانِ دین عارفِ پاکباز
بخواجہ علی شیرِ میدانِ فقر
بمشکلکشائیِ عالی مستمند
کہ نہ چرخ نقشی است از خوانِ او
بمولائی دین خواجہ زاہد ولی
گلِ نونہالِ ریاضِ کرم
بفردِ زمان خواجہ باقی کرم
کہ شد الفِ ثانی از و مستنیر
بقطبِ زمان شیخ عبدالاحد
شہِ اہلِ عرفان محمد مراد
باین کاتبِ عاصیِ مستمند

خصوصاً بآن چار رکنِ قدیم
ابوبکر صدیقؓ سالارِ دین
بقاسم چراغِ شبستانِ علم
امامِ زمان جعفرِ صادق است
بخرقانی آن شیخِ دین بوالحسن
شہِ فارمدی شیخِ دین بوعلی
خدایا بسرِ حلقۂ خواجگان
کہ از رنگِ امکان شدہ بے نیاز
بسماسی آن خواجۂ اہلِ حال
شہِ واصلان خواجہ نقشبندؒ
خدایا بحقِ شہِ عارفان
کہ شد سرِ حق از دلش منجلی
بقیوم دین خواجہ پارسا
معرّا ز امکانِ رنگِ وجود
بشیخ کہ [illegible] رحمت است
بگلزارِ وحدت گلِ سربلند
خدایا بشاہِ سعید و مجید
ببخشا بحقِ شہ نقشبندؒ